ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
مدیر مسئول
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور
مدیر اعلیٰ
مجاہد الحسینی
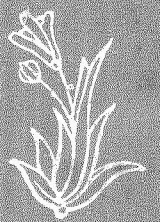
ہدیہ ۲۵ پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

۱۸ جمادی الثانی ۲۱ اگست
۱۳۹۰ھ — ۱۹۷۰ء

احادیثِ رسول
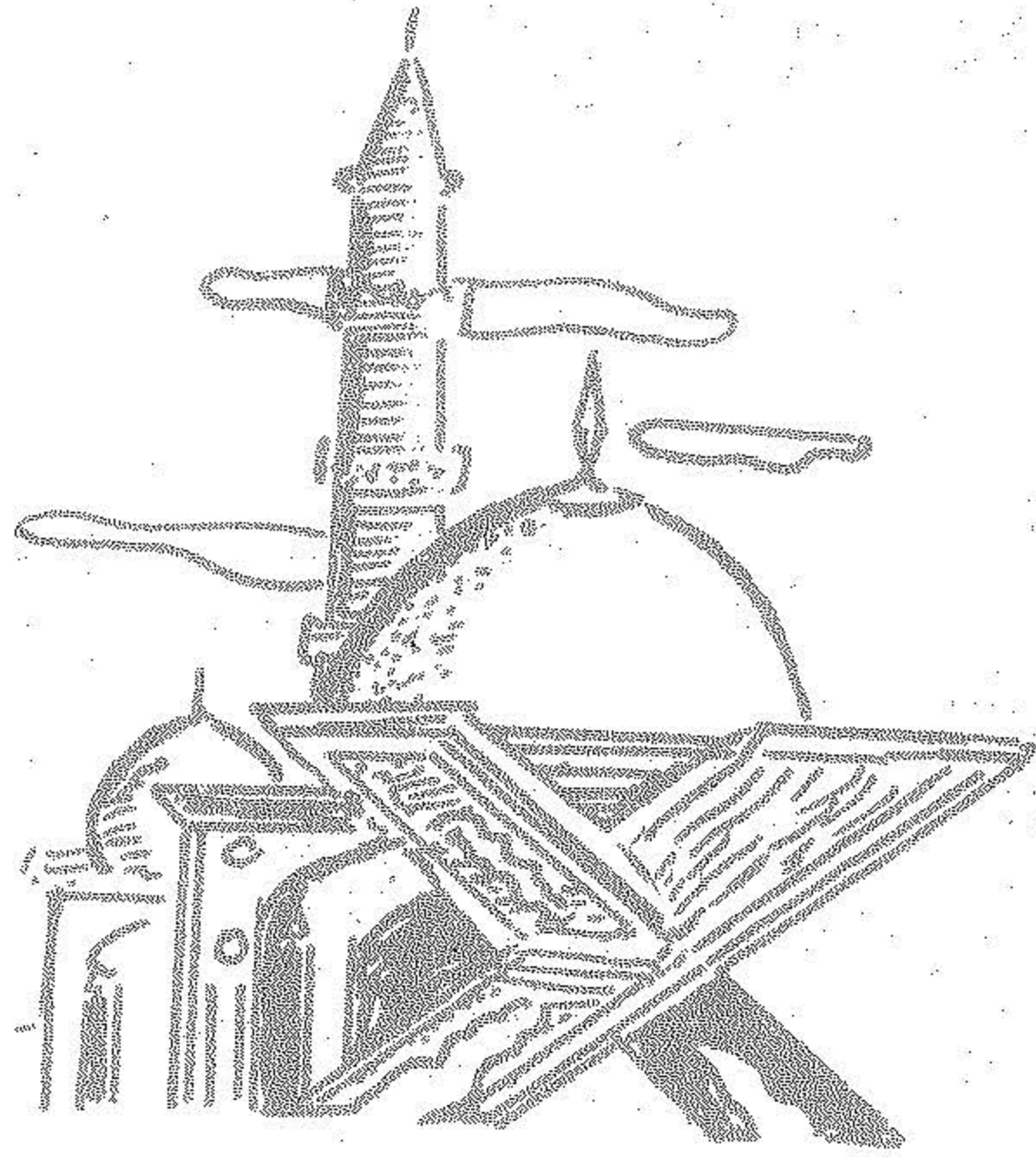
◎ دعا کی اہمیت
◎ ہمسائے سے ہمدردی
◎ والد کی خوشنودی اور ناراضگی
◎ والدہ کی خدمت
◎ بعثت کا مقصد

◎

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ (ترمذی شریف)

مُخٌّ، مغز، جوہر، گودا

ترجمہ: دعا عبادت کا جوہر ہے۔

تشریح: تمام مالی اور بدنی عبادتیں اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں مگر تمام عبادات کا خلاصہ دعا ہے۔ وہ آدمی بڑا خوش قسمت ہے جسے اللہ تعالےٰ نے دعا کی توفیق نصیب فرما رکھی ہے۔

اللہ تعالےٰ سے مانگنا تمام عبادتوں کا جوہر ہے۔ دنیا کے امراء و سلاطین بار بار مانگنے سے "تنگ آ جاتے ہیں لیکن حق تعالےٰ اتنے سخی اور کریم ہیں کہ مانگنے سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور ان لوگوں سے ناراض ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتے۔ اگر ہم اللہ تعالےٰ سے دعا نہ کریں تو حق تعالےٰ بھی ہماری پرواہ نہیں کریں گے۔

پس اس حدیث میں دعا کی رغبت دلائی گئی ہے کہ اللہ سے مانگنا ہی عبادت کا مغز ہے۔

◎

مَا اٰمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ جَائِعًا جَائِعًا۔

بَاتَ، رات گذاری۔ جَارٌ، ہمسایہ

جَائِعٌ، بھوکا۔

ترجمہ: وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ جس کا ہمسایہ رات کو بھوکا رہا۔

تشریح: ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ جو شخص خود پیٹ بھر کر طرح طرح کے کھانے کھاتا ہے مگر اس کا پڑوسی رات کو بھوک کی وجہ سے کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ ایسا شخص گویا صحیح معنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا۔ اگر اس کا ایمان کامل ہوتا، تو بھوکے پڑوسی کو ضرور کھانا کھلاتا — کتنی زبردست دھمکی ہے ان دولتمندوں کے لئے جن کے پڑوسی فقر و فاقہ میں مبتلا رہتے ہیں۔

◎

رِضَا الرَّبِّ فِیْ رِضَا الْوَالِدِ وَ سُخْطُہٗ فِیْ سُخْطِ الْوَالِدِ۔

(ترمذی شریف)

ترجمہ: پروردگار کی رضا والد کی رضا میں اور اس کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ والد کی رضا کا خیال رکھو، اس کی ناراضگی سے بچو۔ اگر والد راضی ہے تو حق تعالےٰ راضی ہوں گے، اگر والد ناراض ہے تو حق تعالےٰ ناراض ہوں گے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کو راضی رکھنا چاہتا ہے، والد کو راضی کرے۔ اگر والد کی بے ادبی کی گستاخی سے پیش آیا۔ خدمت نہ کی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ، "والد کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنا مقبول حج کا ثواب رکھتا ہے۔"

یاد رہے کہ والدہ کا حق والد سے بھی زیادہ ہے — بڑے خوش قسمت ہیں وہ بھائی جو والدین کو راضی کر کے اللہ تعالےٰ کو راضی کر لیتے ہیں۔

◎

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ۔

اُمَّھَاتٌ، اُمٌّ کی جمع ہے۔ ماں

ترجمہ: جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

تشریح: بچوں کی تربیت میں ماؤں کو بہت مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ پھر جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس پر فرض ہے کہ اپنے والدین کی دل و جان سے خدمت بجا لائے۔ ان کے سامنے اُف تک نہ کرے — مالی، جانی جو خدمات بھی ممکن ہوں ذرہ بھر کمی نہ کرے۔ حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق والدہ ہے جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے یعنی ماں کی خدمت کا بدلہ جنت ہے۔ ماں کی وجہ سے ماں کی بہنیں اور سہیلیاں بھی خدمت کی مستحق ہیں۔

◎

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (مسلم)

بُعِثْتُ۔ میں بھیجا گیا ہوں۔ لِاُتَمِّمَ تاکہ پورا کر دوں۔ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ اعلیٰ اخلاق۔

ترجمہ: مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت بلند کردار کے مالک تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی تعریف میں فرمایا ہے۔

"اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"

آپ صرف اخلاق کی تعلیم ہی کے لئے نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق کی "تتمیم" کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کے اخلاق پر آپ کی پوری زندگی گواہ ہے۔ غیر مسلموں نے بھی آپ کے اخلاق کا اعتراف کیا ہے (والفضل ما شہدت بہ الاعداء) بہت سے غیر مسلم آپ کے اخلاقِ عالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۸ر جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ
۲۱ر اگست ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۱۴

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مجلسِ ادارت

یوسف عزیز مدنی
مجاہد الحسینی
محمد عثمان غنی
حنیف رضا
منظور سعید احمد

قادیانیوں کے بارے میں ایک اور فیصلہ

قادیانی غیر مسلم ہیں ان سے کسی مسلمان کا نکاح جائز نہیں!

معاصر حریت کی اطلاع کے مطابق۔ جیکب آباد کے سول جج شیخ محمد رفیق گریجہ نے ایک مسلمان لڑکی امۃ الہادی کی طرف سے تنسیخ نکاح کا ایک مقدمہ کا فیصلہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا غلام احمد کی تصانیف کے حوالہ جات پیش کئے ہیں جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزائیوں کے عقائد و نظریات اہلِ اسلام سے قطعاً مختلف ہیں۔ مرزا غلام احمد نے چونکہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوےٰ کرکے ارتداد اختیار کر لیا ہے اور اپنی نئی شریعت وضع کر لی ہے۔ اس لئے شریعتِ اسلامی کی رُو سے کسی مسلمان کا نکاح غیر مسلم یا مرتد کے ساتھ ہرگز جائز نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی اُمت کے غیر مسلم ہونے کی بابت قبل ازیں مقدمات کے دو تاریخی فیصلے ہو چکے ہیں۔ پہلا فیصلہ ۱۹۳۶ء میں ریاست بہاولپور کے جج جناب اکبر خان صاحب نے کیا تھا۔ وہ مقدمہ ہماری ملکی تاریخ میں زبردست اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ اس مقدمہ کی پیروی میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا محمد صادق، شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد بہاولپوری اور دیگر جلیل القدر علماء اسلام نے حصہ لیا تھا اور مسلسل سات برس کی سماعت کے بعد اس مقدمہ کا فیصلہ اہل اسلام کے حق میں ہوا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی کے سیشن جج جناب محمد اکبر صاحب نے قادیانیوں کو ان کے اپنے عقائد کی روشنی میں غیر مسلم قرار دے کر کسی مسلمان کے ساتھ قادیانی کا نکاح ناجائز قرار دیا تھا۔ اور اب سول جج شیخ محمد رفیق صاحب گریجہ نے بھی اسی نوعیت کا تاریخی فیصلہ کیا ہے۔

قادیانی اپنے عقائد و نظریات کی بناء پر غیر مسلم ہیں اور ان کے غیر مسلم ہونے کی بابت تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بناء پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔

اس قسم کے فیصلوں کے بعد ان لوگوں کو اپنی یہ روش تبدیل کر لینی چاہیئے جن کے دماغوں پر قادیانیوں کو مسلمان ثابت کرنے کا بھوت سوار ہے۔ اور جو نئے سیاسی لیڈر یہ فرماتے ہوئے کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے کہ قادیانیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حالانکہ قادیانی صرف غیر مسلم ہی نہیں بلکہ یہ فتنہ انگریز کا خود کاشتہ پودا اور سامراجیوں کے مخصوص مفادات کے تحفظ کے لئے معرضِ وجود میں لایا گیا ہے۔

اس فیصلے کے بعد اس جماعت کو بھی اپنی پالیسی پر نظرِ ثانی کر لینی چاہئے جو پاکستان میں اسلامی دستور کے نفاذ کو پہلے درجہ اوّل دے رہی تھی اور قادیانی مسئلہ کو نظر انداز کر رہی تھی اور تحریک تحفظ ختم نبوّت کے بعد حالات نے اسی جماعت کو یہ موقف اختیار کرنے پر مجبور کیا تھا کہ پاکستان میں اسلامی دستور کا عملاً نفاذ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک قادیانی مسئلہ کو حل نہ کر لیا جائے۔

آج خدا کے فضل و کرم سے قادیانی مسئلہ حل ہونے کے مواقع پیدا ہو رہے ہیں۔ تمام دینی جماعتوں کو اس کے

(باقی صفحہ ۹ پر)

رزقِ حلال کی اہمیت

(حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے (عربی - علوم اسلامیہ - اردو)

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں کھاؤ پیو۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اگر تم خاص اسی کی بندگی کرنے والے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالٰے نے اپنے مومن بندوں کو "طیبات" پاک چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے۔ پاکیزہ وہ ہیں جنہیں شریعتِ خداوندی نے پاکیزہ قرار دیا ہو اور دوسرا حکم شکر کا دیا ہے۔ شکر اس امر کا کہ اس نے یہ رزق عطا کیا اور رزق بھی حلال و طیب ـــ شکر زبان سے بھی ہونا چاہئے اور عمل سے بھی۔ شریعتِ مطہرہ میں ہر مسلمان پر حلال رزق کا طلب کرنا فرض ہے۔

ایک صحابی نے مستجاب الدعا ہونے کی درخواست کی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حلال روزی کھاؤ، دعا قبول ہوگی"۔

علماء نے لکھا ہے کہ "عبادت کے دس حصے ہیں ۹ حصے رزق حلال کی طلب میں ہیں۔ جو گوشت حرام رزق سے بنتا ہے وہ دوزخ کے لائق ہے۔ چالیس دن حلال رزق کھانے سے قلب منور ہو جاتا ہے اور حکمت کے چشمے ابل پڑتے ہیں اور حرام کا ایک لقمہ چالیس دن کی دعا کو بیکار کر دیتا ہے"۔

حضرت وہب بن عنبہ نے کہا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کا ایک ایسے شخص پر گذر ہوا جو کھڑا رو رو کر دعا کر رہا تھا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے کہا اے رب! آپ اپنے بندے کی دعا کیوں قبول نہیں کرتے۔؟ اللہ تعالٰے نے ان کی طرف وحی کی کہ اگر یہ شخص اتنا روئے کہ اس سے اس کی موت واقع ہو جائے اور اس کے ہاتھ آسمان تک بلند ہو جائیں میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے عرض کی یَا رَبِّ! لِمَ ذٰلِکَ؟ اے رب! کس وجہ سے؟ قَالَ: "لِاَنَّ فِیْ بَطْنِہِ الْحَرَامُ" کہا۔ اس لئے کہ اس کے پیٹ میں حرام ہے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا نقل کیا گیا ہے کہ بصرہ کے بازار سے ان کا گذر ہوا۔ لوگ ان کے پاس آ جمع ہوئے اور کہا "ابو اسحاق! کیا بات ہے کہ ہم دعائیں کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے دل دس چیزوں سے مر چکے ہیں۔

۱۔ تم نے اللہ کو پہچان لینے کے باوجود اس کا حق ادا نہیں کیا۔

۲۔ تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے لیکن اس کے باوجود تم نے ان کی سنتوں اور طریقوں کو چھوڑ دیا۔

۳۔ تم نے قرآن تو پڑھا لیکن اس پر عمل نہ کیا۔

۴۔ تم نے اللہ کی نعمتیں کھائیں لیکن ان کا شکر ادا نہ کیا۔

۵۔ تم نے شیطان کو کینے کے باوجود اس کی مخالفت نہ کی۔

۶۔ تم نے جنت کو حق سمجھا لیکن اس کے حصول کے لئے کوئی عمل نہ کیا۔

۷۔ تم نے جہنم کو "حق" کہنے کے باوجود اس سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر نہ سوچی۔

۸۔ موت کو حق جانا لیکن اس کے لئے کوئی تیاری نہ کی۔

۹۔ تم نے نیند سے اٹھ کر اپنے عیوب کے تذکرہ کے بجائے لوگوں کے عیبوں کے تذکرے کئے۔

۱۰۔ تم نے اپنے مُردوں کو خود اپنے ہاتھوں سے دفن کیا لیکن ان جانے والوں سے کوئی درسِ عبرت نہ لیا۔ (المستطرف ۲۶۵)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رزقِ طیب حاصل کرنے کی تاکید فرمائی اور پھر آخر میں ایک شخص کا ذکر فرمایا جو دُور دراز کا سفر کرکے اس حال میں آئے کہ اس کے بال پراگندہ ہوں اور سر سے پاؤں تک وہ غبار میں اٹا ہوا ہو اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر خوب الحاح کے ساتھ دعا کرے اور کہے اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا پینا حرام مال سے ہو اور حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہو تو اس حالت میں اس کی یہ دعا کیوں کر قبول ہوگی"۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کے کاروباری معاملات درست اور شریعت کے مطابق نہ ہوں اور اس کا کھانا پہننا حرام مال اور ناجائز آمدنی سے ہو تو اس کی دعا قابلِ قبول نہیں، چاہے وہ ہزاروں میل کا سفر کر کے کسی مقدس اور متبرک مقام پر جا کر ہی دعا کرے۔

ایک اور حدیث میں ہے لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جو جسم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا ہوا ہو وہ جنت میں نہ جا سکے گا۔

آپ کے ان ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا و رحمت حاصل کرنے اور سچا مسلمان بننے کے لئے جس طرح نماز، روزہ وغیرہ عبادات ضروری ہیں اسی طرح معاملات کی درستی اور ذرائع آمدنی کی صحت اور پاکی بھی ضروری ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

مشہور عالم دین و جمعیت علماء اسلام گوجرہ کے ممتاز رہنما مولانا محمد سلیمان طارق کے والد محترم شدید علالت کے پیش نظر صاحب فراش ہیں۔ قارئین سے موصوف کے لئے صحت کاملہ اور شفائے عاجلہ کی خصوصی اپیل ہے۔

مجاہد الحسینی

مولانا سید اسعد مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفرنامہ ——— ایک تاریخی سرگزشت

(۱۳)

◎ حضرت رائے پوری کے فیضیافتہ جلیل القدر علماء کرام
◎ پاکستان میں آپ کی تشریف آوری

◎

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت اور طریق کے مطابق لوگوں کی روحانی اصلاح و تربیت کا سلسلہ شروع کیا۔

آپ کے اخلاص، وسعتِ اخلاق اور شفقت و محبت کے باعث خانقاہ رائے پور بہت جلد مرجعِ خلائق بن گئی اور حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سے منسلک اور آپ کی صحبت سے فیض یافتہ حضرات نے حضرت رائے پوری کی خدمت میں آنا شروع کر دیا۔ یہ خانقاہ چونکہ پورے ملک میں تزکیہ نفس اور اصلاحِ ذات کے لئے منفرد و یگانہ تھی۔ اور یہاں پر دیگر خانقاہوں کی کی طرح رسوم و قیود کی پابندیاں نرم تھیں اس لئے مختلف الخیال اور طبقات کے لوگ آپ کی طرف کشاں کشاں آنے لگے ان میں مختلف ذوق اور مکاتبِ فکر کے صحیح الخیال علماء سیاسی اور قومی رہنما، اہلِ مدارس، اہلِ قلم اور اصحابِ تصنیف تالیف شامل تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے جو فیضیاب ہوئے ان میں سے ہند و پاکستان کے چند ممتاز اور معروف شخصیات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲) مولانا حبیب الرحمٰن لودیانوی (۳) ماسٹر تاج الدین انصاری (۴) شیخ حسام الدین (۵) مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی (۶) مولانا محمد علی جالندھری۔ (۷) مولانا محمد انوری لائل پور (۸) مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں (۹) مولانا سعید احمد ڈونگوی (۱۰) مولانا مسعود علی خان آزاد لکھنوی (۱۱) مولانا عبدالرشید نعمانی (۱۲) مولانا عبدالوہاب رائے پوری (۱۳) مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی (۱۴) صوفی عبدالحمید سابق وزیر خوراک زراعت پنجاب (۱۵) چوہدری عبدالحمید سابق ڈپٹی کمشنر سرگودھا (۱۶) سید محمد جمیل صاحب سابق اکاؤنٹنٹ جنرل حکومت پاکستان (۱۷) حاجی ارشد صاحب سابق چیف انجینئر ٹیلیفون حجاز (۱۸) مولانا سید انور حسین نفیس رقم (۱۹) مولانا قاضی عبدالقادر صاحب جھاوریاں (۲۰) مولانا فضل احمد رائے پوری (۲۱) مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی (۲۲) منشی رحمت علی صاحب خلیفہ (۲۳) مولانا اللہ بخش صاحب خلیفہ۔ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سرگودھوی خلیفہ و سجادہ نشین حضرت رائے پوری کے علاوہ اور بہت سی ایسی ممتاز شخصیات ہیں جنہوں نے حضرت رائے پوری سے فیض حاصل کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ ارادت بڑا وسیع تھا۔ ہندوستان کے علاوہ پاکستان کے علاقہ میں آپ کے وطن عزیز، قریبی رشتہ داروں کے

علاوہ ہزاروں معتقدین و مریدین موجود تھے۔ اس لئے قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے رشتہ داروں، عزیز و اقارب اور دیگر معتقدین و مریدین سے ملنے کے لئے لاہور، لائل پور، سرگودھا، ملتان اور دیگر شہروں میں تشریف لائے۔ پاکستان میں پہلی بار جب آپ جنوری ۱۹۴۹ء میں تشریف لائے اور ۱۸ر جنوری کو ایک ضروری کام کے لئے دہلی واپس جا کر بذریعہ ہوائی جہاز ہی ۲۶ر جنوری کو کراچی اور یکم فروری ۱۹۴۹ء کو ملتان تشریف لائے تو راقم الحروف جالندھر کے بعد پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ خیرالمدارس ملتان میں آپ کی زیارت سے پھر مشرف ہوا۔

آپ ملتان سے لائل پور اور وہاں سے براستہ سرگودھا ڈھڈیاں تشریف لے گئے۔

بعد ازاں آپ جب کبھی پاکستان تشریف لاتے تو لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب مرحوم سابق وزیر خوراک و زراعت حکومتِ پنجاب کی کوٹھی وارث روڈ پر اور کبھی حاجی محمد ہستین صاحب کی رہائش گاہ واقع ایمپرس روڈ میں قیام فرماتے۔ یہ دونوں مقامات پورے ملک کے علماء کرام، دینی جماعتوں کے سربراہوں اور آپ کے معتقدین و مریدین کا مرجع بن جاتے۔

اصلاحِ احوال کا عجیب طریقہ

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

جن دنوں پاکستان تشریف لائے تو یہاں پر نظری و فکری لحاظ سے جو پہلو بھی اسلام کے صحیح نظریات کے خلاف سامنے آتا آپ ہمیشہ اس کی خطرناکیوں کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے - چنانچہ جن دنوں تحریک تحفظ ختم نبوت زوروں پر تھی اور قادیانیوں کا اثر و نفوذ بڑھ رہا تھا - ان دنوں حضرت رائے پوریؒ کی مجلس کا معمول یہ تھا کہ صبح ۱۰-۱۱ بجے کے قریب جب آپ کے خدام و مریدین اوراد و وظائف سے فارغ ہو جاتے تو تحریک تحفظ ختم نبوت کے ترجمان روزنامہ آزاد لاہور اور روزنامہ زمیندار کی خبروں اور شام کے وقت بعد نماز عصر حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوری کی معرکہ آراء تصنیف رحمۃ للعالمینؐ کو بڑے اہتمام اور تسلسل کے ساتھ سنتے - اور جن دنوں یہاں پر بعض عاقبت نااندیش لوگوں نے صحابہ کرامؓ کی ذوات اقدس پر کیچڑ اچھالنا شروع کیا اور ضلع جھنگ کے ایک گاؤں موضع حشو بلیل میں حضرت فاروق اعظمؓ کا پتلا بنا کر نذر آتش کرنے کی مذموم کوشش کی گئی - ان دنوں ان لوگوں کے اثر و نفوذ کو دیکھ کر آپ نے اپنی مجلس میں فتوح الشام اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مجاہدانہ تاریخی کارناموں پر مشتمل کتابیں پڑھوا کر سنانے کا اہتمام کیا -

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا محمد حیات فاتح قادیان جب کبھی حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں تشریف لے آتے تو گویا ردِ قادیانیت کی کتاب کھل جاتی، اور اس تحریک کے ایسے ایسے گوشے سامنے آتے کہ حاضرین و سامعین ششدر و حیران رہ جاتے - اس مجلس میں اگر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہوتے تو لطائف و ظرائف اور قادیانیت پر تبصرہ سے یہ مجلس زعفران زار بن جاتی -

مدح صحابہ کرام کے موضوع پر جب آپ مولانا محمد شفیع کبیروالا اور جناب کمتر صاحب سے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی نظمیں اور نعتیں سنتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے اور آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی اور پھر دیر تک آپ کی مجلس میں ایک کیف آور سناٹا چھا جاتا۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: شذرہ

دیگر پہلوؤں کی طرف پوری توجہ دینی چاہیئے - اور حج کے موقع پر قادیانی حضرات پاکستان کے بعض ناواقف افسروں سے مسلم ہونے کا سرٹیفکیٹ لے کر حج بیت اللہ کے بہانے اہل اسلام کے خلاف گہری سازش کرنے چلے جاتے ہیں - ان قانونی فیصلوں کی روشنی میں ان کا بر وقت سدِ باب کرنا چاہیئے - تاکہ وہ اہل اسلام کے مقدس مقامات پر جا کر مسلمانوں کو مرتد بنانے یا گمراہ کرنے کی مکروہ کوشش نہ کر سکیں -

خدام الدین کی قیمت

ہفت روزہ خدام الدین ---- دینِ اسلام کی صحیح تبلیغ اور اسلام کے سچے عقائد و نظریات کی اشاعت کے لئے وقف ہے - اس کی قیمت ۲۵ پیسے کئی سال پیشتر اس وقت مقرر کی گئی تھی جب کاغذ کا بھاؤ ۱۴ روپے تک تھا - آج کاغذ کی گرانی کا یہ حال ہے کہ ملک کے اکثر اخبارات نے حکومت کو یہ نوٹس دے دیا ہے کہ ۲۶ر اگست تک اگر کاغذ سستا نہ ہوا تو بیشتر اخبارات بند ہو جائیں گے -

آج ملک کے تمام ہفت روزہ اخبارات ۵۰ پیسے میں فروخت ہو رہے ہیں - اس کے مقابلہ میں خدام الدین کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ صرف دس پیسے کا اضافہ کر کے خدام الدین کی قیمت ۳۵ پیسے کر دی جائے جو دیگر رسائل کے مقابلہ میں پھر بھی معمولی ہے - لیکن چونکہ ہمارا مقصود دینِ اسلام کی اشاعت ہے اور ملک کے غریب عوام کو سستا اسلامی لٹریچر مہیا کرنا ہمارا مطمع نظر ہے اس لئے فی شمارہ ۳۵ پیسے قیمت کا فیصلہ معقول اور مناسب معلوم ہوتا ہے - اس لئے قارئین حضرات سے پوری توقع ہے کہ وہ ادارہ خدام الدین کی مجبوری اور کاغذ کی گرانی کی وجہ سے مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ادارہ سے ضرور تعاون فرمائیں گے -

ایک خطرناک رجحان

گذشتہ ہفتے ڈاکٹر سید امتیاز حسین ان کی اہلیہ اور جواں سال بیٹے کو ایک سنگدل نے اپنی شقاوتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت بے دردی سے قتل کر دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن - عین انہی دنوں وہاڑی پولیس اسٹیشن میں ایک جوان سال عورت اور اس کے معصوم بچے کے قتل کی خبر بھی اخبارات میں آچکی ہے - کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اسی قسم کا سانحہ کھاریاں پولیس اسٹیشن میں بھی رونما ہوا -

چند برس قبل گجرات بس سٹینڈ پر حسین بی بی اور اس کی بچی کا قتل بھی لوگ بھولے نہیں ہوں گے جس مظلومہ کے قتل کے مجرموں کا سراغ تک بھی نہ لگایا جا سکا تھا - اسی طرح کے اور بھی کئی واقعات اخبارات میں پڑھنے میں آئے ہیں اور اول الذکر تینوں حادثے عین وقت میں پیش آئے جبکہ ملک میں مارشل لاء نافذ ہو چکا ہے اور مارشل لاء کسی ملک کی تاریخ میں جرائم کی روک تھام کے لئے آخری ہتھیار ہوتا ہے اگر بڑے بڑے شیروں اور ہاتھیوں کو اور سندربن کے خونخوار درندوں کو قابو میں لایا جا سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ چند ظالم انسانوں پر قانون کی آہنی گرفت اپنا کوئی اثر نہ دکھا سکے - مذکورہ چاروں واقعات کا ظہور تو وہ روشن اور بین ثبوت ہے کہ کسی طور پر ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا - اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے واقعات قریہ بقریہ اور شہر بہ شہر کثرت اور شدت سے رونما ہو رہے ہیں کہ غریب اور شریف آدمیوں کی زندگی دو بھر ہو گئی ہے - اس میں شک نہیں حکومت کے لئے اور بھی بہت سے مسائل درپیش ہوتے ہیں - مگر عامۃ الناس کی فلاح و بہبود ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت حکومت وقت کا سب سے مقدم اہم اور مقدس ترین فرض ہوتا ہے اور ایسے واقعات سے چشم پوشی اور کوتاہی ایک مجرمانہ تغافل کی بدترین مثال ہے لہٰذا ہم حکومت سے اس بات کی پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان واقعات کا سختی سے نوٹس لے اور ان واقعات کے اصل مجرموں کو سرِ عام وہ عبرت ناک سزائیں دیں کہ جس سے نہ صرف قانون کا تقاضا پورا ہو سکے بلکہ وہ پایہ دار امن قائم ہو کہ ہر بدمعاش بھی شریفانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے -

(محمد عبدالخالق)

گذشتہ سے پیوستہ

سائنس کی تدوین و ترقی میں مسلمانوں کا حصہ

علمی رفتارِ ترقی کا جائزہ

حکیم آفتاب احمد قریشی ایم، اے

مسلمانوں کے علمی کمالات

مسلمانوں کے علمی کمالات کا اندازہ حسبِ ذیل معلومات سے ہوتا ہے:-

- تجرباتی اور نظریاتی طبیعات (فزکس) میں وسیع معلومات فراہم کیں۔
- علم کیمیا کے بنیادی اجزاء مقدار کی دریافت کی۔ مثلاً الکحل، شورہ کا تیزاب، گندھک کا تیزاب، تبخیر، تقطیر کا اہم ترین طریقہ عمل، دھاتوں کو الگ کرنے اور صاف کرنے کا طریقہ۔

مشہور ماہر طبیعات ابن الہیثم نے یونانیوں کے اس قدیم نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ آنکھوں کو بصارت، ان کی اپنی شعاعوں کے پردوں پر منعکس ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ ابن الہیثم نے جدید اور صحیح نظریہ پیش کیا ہے جسے غلطی سے مغرب کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے کہ اشیاء کا انعکاس آنکھ کے پردے پر ہوتا ہے۔ یہ پہلا ماہر طبیعات تھا۔ جس نے انسانی آنکھ کی ساخت ترکیب کا مفصل و مکمل بیان کیا اور انعکاس نور پر مختلف تجربے کرکے فوٹو کی ایجاد کی راہ ہموار کی۔ ابن الہیثم نے دریائے نیل پر بند باندھنے کی تجویز پیش کی جو آج ایک ہزار سال کے بعد اسوان بند کی صورت میں پوری ہوئی۔

البیرونی نے مختلف دھاتوں مثلاً سونا، چاندی، تانبا، لوہا، ٹین اور جست کا مخصوص وزن دریافت کیا۔

جابر بن حیان نے علم کیمیا میں تجربات کو لازمی قرار دیا۔ فنِ جراحی میں بے ہوشی اور بے حسی کے لئے مختلف دوائیں ایجاد کیں۔

ابوالقاسم زہراوی نے سر، دانتوں، گردہ، فتق وغیرہ کے مختلف اپریشن کئے۔ ابوالقاسم کی کتاب "التعریف" جراحت کا شاہکار ہے اور صدیوں تک یورپ کی طبی درسگاہوں میں شریک نصاب رہی۔

بوعلی سینا کی عظمت کا اعتراف مشرق و مغرب نے کیا ہے۔ بوعلی سینا کی تالیف "القانون" کو طبی بائیبل کی حیثیت حاصل رہی۔ کیمسٹن کی رائے میں بوعلی سینا کی کتاب قانون واضح، مرتب اور منظم ہے۔ حالانکہ جالینوس کی کتاب میں یہ خصوصیات نہیں ہیں۔ بوعلی سینا اوّلین معالج تھا جس نے علاج میں نفسیات کی اہمیت کو تسلیم کیا وہ خود بڑا ماہر نفسیات تھا۔ بوعلی سینا نے اس حقیقت کا بھی انکشاف کیا کہ:-

"انسانی جذبات کا صحت و مرض سے گہرا تعلق ہے۔"

رازی علم الامراض (کلینکل میڈیسن) کا بڑا ماہر تھا۔ رازی نے خسرہ اور چیچک میں اولین بار امتیاز کیا۔ رازی آنکھ کے اپریشن کا بڑا ماہر تھا۔ پیرس یونی ورسٹی کے شعبہ طب میں بوعلی سینا اور رازی کی تصاویر کو ان کی عظمت کے اعتراف میں آویزاں کیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے دواسازی میں بڑی ترقی کی۔ دواسازی (فارمیسی) کو اولین بار تجارتی اور صنعتی پیمانہ پر عربوں نے منظم کیا۔ عربوں نے جو فارماکوپیا مرتب کیا صدیوں تک رائج رہا۔ اسے لیکن فارماکوپیا (جالینوسی فارماکوپیا) سے موسوم کیا جاتا تھا۔ رابرٹ بریفالٹ رقمطراز ہے:-

"عربوں نے جو فارماکوپیا مرتب کیا۔ یورپ میں اب تک رائج ہے۔ مغرب نے اس میں "تالیفی (SYNTHETIC) ادویات کا اضافہ کیا ہے۔"

مسلمانوں نے اقامتی ہسپتال قائم کئے، لیبارٹری ہسپتال کے ساتھ ملحق ہوا کرتی تھی۔ پاگلوں کے لئے مخصوص شفاخانے تھے۔ مسلمانوں نے ہسپتالوں کے علاوہ صحت گاہیں بھی قائم کیں جہاں مریض صحتیاب ہونے کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔ فوج میں طبی شعبہ قائم ہوا کرتا تھا۔ صلیبی جنگوں میں عیسائی امراء علاج کے لئے عرب اطباء کو دعوت دیا کرتے تھے۔

مسلمان اطباء قدرتی علاج اور غذائی علاج کے قائل تھے۔

ابن رشد مغرب صدیوں تک سپین کے مشہور مفکر فلسفی اور طبیب ابن رشد کا معترف رہا۔ ابن رشد نے سینکڑوں برس تک مغرب کی علمی راہنمائی کی۔

الزرقالی فلکیات کا بڑا ماہر تھا۔ کوپرنیکس سے قبل الزرقالی اور نورالدین البطروجی نے زمین اور کواکب (ستارے) کی حرکت محوری کو ثابت کیا اور بطلیموس نظام کی تردید کی۔

ابوالعباس الفرغانی مشہور ماہر فلکیات تھا۔ ابوالعباس فرغانی نے فلکیات کے بارے میں اپنے تحقیقی نتائج کو قلمبند کیا۔ ان کتابوں کا مغربی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ مغرب میں فلکیات کا فروغ اسی کی تصانیف کا رہینِ منت ہے۔ ڈریپر نے تحریر کیا ہے کہ یورپ زرقالی کی تالیفات کے ترجمہ سے فلکیات سے روشناس ہوا۔

ریاضی میں علم مثلثات (ٹرگنومیٹری) کا تناسب محی الدین المغربی کی تحقیق رہینِ منت ہے۔

مسلمانوں میں علم مثلثات (ٹرگنومیٹری) میں سب سے بلند ترین شخصیت ابوالوفا کی تھی۔

جارج سارٹن نے تحریر کیا ہے

"ابوالوفاء اولین شخصیت تھی جس نے ٹرگنومیٹری کے بارے میں ابتدائی مسائل حل کئے۔

الجبرا کا نام ہی اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی علمی فتوحات کا ثمر ہے۔ الجبرا عربی لفظ ہے۔"

رابرٹ چیسٹر نے الجبرا کے متعلق الخوارزمی کی کتاب کا ترجمہ کیا اور اس سے مغرب میں الجبرا کی ابتداء ہوئی۔

عمر بن خیام جس کی رباعیات کی شہرت ہے دراصل منجم اور حساب دان تھا۔

جیومیٹری میں بغداد کے تین فاضل برادران محمد، احمد، حسن اور ثابت بن قرہ کی تحقیق اور تالیفات کے تراجم نے یورپ کو جیومیٹری کے اصول و قواعد سے آشنا کیا۔

حساب میں عربوں نے صفر کو رائج کیا جو کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا علمی کارنامہ تھا۔ ورنہ اسلامیہ میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے مغرب سے اڑھائی سو سال قبل صفر کا استعمال شروع کر دیا تھا۔

مسلمانوں کی سائنسی ایجادات

مسلمانوں نے صرف سائنسی نظریات پیش کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ سائنسی ایجادات بھی کیں۔

• مسلمانوں نے گھڑی کو ایجاد کیا اس کا موجد قطبی تھا۔ مسلمانوں نے عجب پر تکلف گھنٹے بنائے تھے کہ انہیں بجانے کے لئے برنجی پتلے یا سوار نکلنے یا کوئی مصنوعی پرندہ ٹھیک وقت پر کوئی چیز پیالے میں گراتا۔ فرانس کے فرمانروا شارلیمین کو عباسی خلفاء نے جو تحائف ارسال کئے تھے ان میں ایک گھڑی بھی تھی۔ فرانسیسی اس گھڑی کو دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے جس کے کل پرزے اتنے پیچیدہ تھے کہ مورخ کے خیال میں یورپ کے وقائع نویس اس کے لاطینی ترجمہ کے صحیح معنی نہ سمجھ سکے۔

• عرب تہذیب کے مصنف جوزف ہال کی رائے میں فوٹوگرافی کا سہرا ابن ہیثم کے سر ہے۔

• موسیٰ نے اصطرلاب ایجاد کیا۔

• ابو صالح نے غرق شدہ جہازوں کو نکالنے کی عجیب و غریب ایجاد کی۔

• عربوں نے جہاز رانی کے لئے قطب نما ایجاد کیا۔ جس نے بحری سفر میں انقلاب پیدا کر دیا۔

• واسکوڈی گاما نے اپنا سفر ایک عرب جہاز ران احمد بن عبدالمجید کی راہنمائی میں طے کیا۔

• سپین کا عباس دنیا کا اولین ہواباز تھا۔ مشہور مورخ ہٹی کے مطابق زمین پر واپس اترنے کے دوران وہ زخمی ہو گیا اور اس ہوائی پرواز کا سلسلہ صدیوں تک رک گیا۔

• مسلمانوں نے عینک ایجاد کی۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر عینک استعمال کیا کرتے تھے۔

ہم نے سائنس میں مسلمانوں کے کارناموں کو بڑے اختصار سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے سائنس کے ہر شعبے میں مستقل اضافے کئے۔ مغرب کی تمامتر ترقی مسلمانوں کی رہین منت ہے۔ مغرب نے مسلمانوں سے جو استفادہ کیا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت عربی کے وہ سینکڑوں الفاظ ہیں جو مغربی زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہم چند الفاظ مثال کے طور پر پیش کر رہے ہیں:۔

کافور	کیمفر	عنبر	امبر
الدنیق	الدنیق	لعوق	لنکیٹس
مشک	مسک	رب	راب
سناء	سنا	شراب	سیرپ
فرزجہ	پیری	کباب	کیوب
جلاب	جلپ	الکلی	الکلائن
حشیش	حشیش (حشیش بھنگ کو کہتے ہیں)		

حشیشین حسن بن صباح کا فرقہ تھا جس کے پیرو بھنگ پی کر مخالفوں کو قتل کر دیتے تھے۔ حشیش انگریزی میں اسی فرقے کو کہتے ہیں اور اسیسینیشن اسی سے ماخوذ ہے۔

بورق	بوریکس	الکیمیا	الکلی
الکحل	الکوہال	الدکیر	الکوہر
یاسمین	جاسمین	قند	کانڈی
صندل	سنڈل	یشب	جیپر
تمر ہندی	ٹمرانڈ	قنب	کینی بس
لیموں	لیمن	عرق	ارک
زعفران	سفران	قرینہ	کارینہ
قولون	کولن	مالیخولیا	مالن کولیا
کیلوس	کاسل	ذوسنطاریہ	ڈسنٹری
طاطانس	ٹیٹے نس	قاثاطیر	کیتھیٹر
دیافرغما	ڈایافرام	ذیابیطس	ڈایابیٹیز
کیموتس	کاتم	مانیا	مینیا
قوما	کوما		

مسلمان اور بعض اہم سائنسی نظریات

مسلمانوں نے سائنس میں اس قدر ترقی کر لی تھی کہ انہوں نے کئی نئے سائنسی نظریات ترتیب دئیے مگر مغرب نے انہیں اپنی جانب منسوب کر لیا۔ سائنس ایک مسلسل عمل کا نام ہے۔ سائنس کا کوئی نظریہ ایک دن میں معرض وجود میں نہیں آیا۔ اس کے لئے صدیوں مسلسل سعی و کاوش ہوئی ہے۔ جانکاہ تحقیق ہوئی ہے۔ اسی بناء پر جب بھی کوئی سائنسی نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس پر کام کرنے والے تمام سائنس دانوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے بعض اہم سائنسی نظریات کی تحقیق اور تدوین میں بڑا اہم کردار ادا کیا مگر مغرب کے بیشتر مؤرخین نے اس حقیقت کا اعتراف نہیں کیا۔ مسلمانوں اور مشرق سے تعصب کی بناء پر اس حقیقت کو چھپانے کی سعی کی۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ گذشتہ تین سو سال کے اکتشافات اسلامی علوم میں موجود نہیں ہیں۔ دراصل یورپ نے جو ترقی مختلف علوم میں کی ہے ان میں اکثر کے اصول اسلامی علوم میں موجود ہیں۔ چنانچہ علم الحیات (بیالوجی) علم النباتات (باٹنی) علم طبیعیات (فزکس) منافع الاعضاء (فزیالوجی) کے ایک ایک بنیادی مسئلہ کے متعلق ذیل میں توضیح کی جاتی ہے ان مسائل کے متعلق خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ یہ یورپ کی علمی مساعی کا ثمر ہیں۔

مسئلہ ارتقاء

مسئلہ ارتقاء یورپ کا سب سے

بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ اور چارلس ڈارون اور رسل ویلس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ ابن مسکویہ مصنفین رسائل اخوان الصفا، ابن بشرون وغیرہ نے اس پر کافی بحث کی ہے۔ ابن مسکویہ کی "الفوز الاصغر" میں ایک پورا مقالہ اس پر درج ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمادات کا انتہائی مرتبہ نباتات کا ابتدائی درجہ مثلاً (گھاس پھوس) ہے۔ اسی کے ساتھ نباتات میں آثارِ حیات شروع ہوتے ہیں۔ نباتات کے آخری درجہ کی مثال کھجور اور انگور ہے اور اس کی حالت پر ذرا سی ترقی کے بعد حیوانیت کا درجہ شروع ہو جاتا ہے اس کے بعد حیوانیت کے مدارج کی تفصیل درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب حیوان زیادہ ترقی کر جاتا ہے تو انسانیت کی حدود میں داخل ہوتا ہے"۔
(الفوز الاصغر ص۹)

مقدمہ ابن خلدون میں ابن بشرون کا یہ مقولہ درج ہے کہ:

"مٹی نبات ہو جاتی ہے اور نبات سے حیوان پیدا ہوتے ہیں"۔ (مقدمہ ابن خلدون ص۴۴۹)

حیاتِ نباتات

اسی سے معلوم ہوگا کہ نباتات کی زندگی کے نظریہ کو موجودہ دور کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے ابن مسکویہ لکھتے ہیں کہ:

"کھجور میں زندگی ہے، احساس ہے، نر و مادہ کی تفریق ہے، دماغ ہے۔ میں نے کھجور اور حیوانات میں بہت سی مشابہتیں دیکھی ہیں، یہ نباتات کی زندگی کا آخری اور حیوانی زندگی کا ادنیٰ درجہ ہے"۔

اخوان الصفاء میں کھجور کو درخت حیوانی تحریر کیا گیا ہے (اخوان الصفا ص۸)

کشش ثقل

کشش ثقل کو سر اسحاق نیوٹن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مشہور طبیب ثابت ابن قرہ کا قول ہے:

"اگر پوری زمین بلند ہو کر فلک شمس سے مل جائے اور وہاں سے پتھر چھوڑا جائے تو پھر زمین کی طرف جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے مشابہ جسم کو ڈھونڈتا ہے"۔

شرح تجرید میں ہے کہ:

"جب ہم ڈھیلے کو زمین سے اوپر کی طرف پھینکتے ہیں تو وہ پھر زمین کی طرف رجوع ہوتا ہے کیونکہ کل (زمین) جزو (ڈھیلے) کو اپنی طرف کھینچتا ہے"۔

چیچک کا ٹیکہ

طب مغرب میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اسے ڈاکٹر جینر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا اصول یہ ہے کہ چیچک کا زہریلا مادہ بدن کے اندر پہنچایا جائے تاکہ بدن اس قسم کے مادہ سے متاثر نہ ہو۔

طبِ یونانی میں یہ اصول موجود ہے چنانچہ "خلاصۃ التجارب" اور "اکسیر اعظم" میں تحریر ہے کہ:

"چیچک کے خشک چھلکوں کو نبات سفید کے ساتھ پیس کر کھلانا چیچک کا مانع ہے"۔

فی الحقیقت ممالکِ اسلامیہ میں سترھویں صدی سے چیچک کا ٹیکہ رائج ہے۔ چیچک کا مادہ چھالیہ کو خالی کرکے اس میں بھر لیا جاتا تھا۔ اور بڑی سوئی سے رگ کو چھید کر سوئی کے سرے کے برابر زہریلا مادہ بھر دیا جاتا تھا۔ یہ مادہ بعض جگہ بچھڑوں سے حاصل کیا جاتا تھا اور بعض جگہ ان اشخاص کی انگلیوں سے، جو گائے دوہتے تھے۔

ڈاکٹر جینر کو بھی ایک دودھ دوہنے والی لڑکی نے یہ کہہ کر اس طرف متوجہ کیا تھا کہ:

"میرے ہاتھوں پر گائے کے تھنوں سے چیچک کا مادہ لگ گیا ہے اور چیچک کے دانے نمودار ہو گئے ہیں، اب میں اس مرض سے محفوظ رہوں گی"۔

کاکیشیا اور کوہ قاف میں کنیزوں کے تاجروں میں یہ ٹیکہ عام طور پر مروج تھا، وہ اسے کنیزکوں کی خوبصورتی کے تحفظ کے لئے لگواتے تھے۔

یہ تمام تصریحات تاریخ جودت، روزنامچہ خلیل خالد اور لیڈی میری وارٹلی مانٹیگو کے خطوط مورخہ ۱۷۱۷ء میں موجود ہیں۔

لیڈی میری وارٹلی مانٹیگو کا خاوند ترکی میں برطانوی نمائندہ تھا۔ لیڈی میری نے ترکی سے چیچک کا ٹیکہ لے کر انگلستان میں مروّج کیا۔

دورانِ خون

اس مسئلہ کو طب جدید نے بڑی اہمیت دی ہے۔ اسے ہاروے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ کولمبس کے انکشافات سے بھی بڑا انکشاف ہے۔ حالانکہ طب یونانی میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

شرح جیلانی میں ہے:

"خون اجوف تحتانی سے دل میں آتا ہے۔ دل میں ورید شریانی کے ذریعے پھیپھڑے میں جاتا ہے اور وہاں سے صاف ہو کر پھر دل میں آتا ہے اور بائیں بطن سے ہوتا ہوا اورطی کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتا ہے"۔

فتاوی طب میں آغا یونس کہتا ہے کہ خون شریانوں سے وریدوں میں آتا ہے، اسی لئے خون انگلیوں کی جانب شریانوں سے وریدوں میں آکر نیچے سے اوپر کی جانب چڑھتا ہے۔

اس کے علاوہ مسیحی و قرشی نے بھی دورانِ خون کی تصریح کی ہے۔

خود یورپ کے ارباب علم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ ابن نفیس (علامہ علاؤالدین قرشی) دورانِ خون کا بانی تھا۔

ان حقائق کو دیکھتے ہوئے یورپ کے ایک ڈاکٹر کو یہ کہنا پڑا کہ:

"بہت سی ایجادات جو ہم اپنی طرف منسوب کرتے ہیں ان کی اولیت کا سہرا درحقیقت عربوں کے سر ہے"۔

موسیو سدیو نے بھی اس امر کی تائید کی ہے۔

درسِ قرآن

اللہ تعالےٰ کی تخلیق پر غور و فکر

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ـــــ مرتبہ: محمد عثمان غنی

(سورۃ النّحل)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝

(صدق اللّٰہ العلی العظیم)

آج جو آیات پڑھی گئی ہیں یہ سورۃ النحل کی ابتدائی آیات ہیں۔ پہلی سورت الحجر تھی جس میں اس قوم کا ذکر تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا اور اس قوم نے اپنے دنیاوی علوم اور اپنے عیش و آرام کے گھمنڈ میں اللہ تعالےٰ کے نبی کی مخالفت کی تھی تو وہ قوم صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی۔ آج ان کے کھنڈرات اُن پر مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔

سورتِ حجر کے آخر میں اللہ تعالےٰ نے دو باتیں بیان فرمائیں۔ ایک بات یہ ارشاد فرمائی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اے میرے حبیبؐ! جو تجھ پر میں نے اپنی بات نازل کی۔ اس کو تو دنیا کے سامنے پیش کر دے اور جو شرک کرنے والے ہیں یا میرے دین کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والے ہیں ان کی طرف آپ توجہ نہ فرمائیں۔ میں جانوں اور یہ جانیں۔ آپؐ کا یہ کام ہے کہ میری بات ان تک پہنچا دیں۔ اور دوسرا حکم امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ تھا وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔ آپ اس دنیاوی زندگی میں آخری وقت تک اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مصروفِ عمل رہیں اور پھر دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مستہزئین کو یہ ارشاد فرمایا ـــ سورتِ نحل بھی مکی ہے، سورتِ حجر بھی مکی ہے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں تھے آپؐ کی مادی طاقت اتنی نہ تھی کہ اس وقت کی مادی طاقت کا مقابلہ کر سکتے جو دوسرے اہلِ مکہ کو حاصل تھی۔ اس لئے جب بھی آپؐ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے مکے والو! تم اللہ کے دین کے ساتھ مذاق نہ کرو، اللہ کے دین کی حجتوں کو قبول کرو۔ تو وہ مذاق کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ وہ اللہ کا عذاب جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں، کب آئے گا؟

تو سورتِ نحل میں فرمایا۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ کہ او اللہ کے عذاب کو طلب کرنے والو! اللہ کا عذاب تو قریب آ پہنچا ہے۔

سورتِ نحل کا مشہور اور متواتر اور متوارث نام سورت النحل ہی ہے۔ بعض شاذ روایات میں اس کو سورتِ نعم بھی کہتے ہیں (نعمتوں والی سورت) لیکن وہ نام متروک ہے۔ مسلمانوں میں مشہور نام اور آج امت جس نام پر متفق ہو چکی ہے وہ بھی سورت النحل ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! میں ہمیشہ اپنے درسوں میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ زیادہ تر یہی باتیں ہوتی ہیں کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کی بات پر یقین آ جانا چاہیئے۔ ہمیں اللہ کی بات کو سن کر، اللہ کے نبیؐ کی بات کو سن کر، اپنے آپ کو عمل کے لئے تیار کرنا چاہیئے نہ کہ ہم اُس میں کسی قسم کا "غور و فکر" کریں۔ یہ غور و فکر اللہ کی بات میں، اللہ کے نبیؐ کی بات میں، اللہ کے دین میں اس طریقے پر تو ہم کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو، اس کے حکموں کو اور ارشادات کو، حکمتِ الٰہیہ کی روشنی میں دیکھیں، جیسا کہ ہمارے متکلمین اسلام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کیا ہے، یہ تو الگ مسئلہ ہے۔ البتہ ہم یہ سوچیں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ بات ہی کیوں فرمائی ہے؟ یہ "کیوں" جو لفظ ہے اس تصور سے سوچنا گناہ ہے اور قرآنِ کریم اس کو کفر کے ساتھ تعبیر کرتا ہے۔

میرے بزرگو! نحل کہتے ہیں عربی زبان میں شہد کی مکھی کو ـــ اس سورت میں خداوند قدوس نے بندوں پر اپنے احسانات بھی گنائے کہ دیکھو اے میرے بندو! میں نے تمہیں پیدا کیا۔ تمہارے لیے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور تمہارے لئے چارپایوں کو بنایا، دریاؤں کو بنایا، پہاڑوں کو بنایا۔ اور دیکھو! میری جتنی تخلیق ہے، سب تمہارے نفع کے لئے ہے۔ تو دو حیثیتوں سے تم مجھے پہچان سکتے ہو۔ ایک تو اس مخلوق سے فائدہ اٹھاتے وقت، جب تم پانی پیو تو تم کہو دو الحمد للہ۔ اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں پانی عطا کیا۔ اور اس نعمت میں غور کرو کہ یہ پانی کیسے بنا؟ دنیا میں کوئی طاقت نہیں جو پانی بنا سکے اجزائے ارضی کو چھوڑ کر۔ آپ بتا دیں دنیا میں کوئی سائنسدان، کوئی مفکر ایسا ہے؟ جو زمین کے اجزاء کو توڑ لے اور خود پانی بنا دے، نہیں۔ اگر وہ نوشادر وغیرہ چند چیزوں کو لے کر پانی کو بنانے کی کوشش کرے گا تو یہ بھی تو اجزائے ارضی ہیں۔ ان کا بھی خالق تو اللہ تعالےٰ ہے۔ بندہ اپنی طرف سے کسی تخلیق کے ساتھ اللہ کی مخلوق جیسی کوئی بھی چیز بنا دے۔ بندہ اس پر کبھی بھی قادر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

تذکرۂ اسلاف

ابو حنیفہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رح

ایک عہد آفریں علمی و سیاسی شخصیت کے سوانحی خد و خال!

حضرت مفتی کفایت اللہ بن شیخ عنایت اللہ بن فیض اللہ بن خیر الدین عباد اللہ۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ جمال الدین یمنی سے جا کر ملتا ہے۔ اس طرح آپ کا وطن اصلی سرزمین عرب کا جنوبی ساحلی حصہ یمن ہے۔ آپ کے اجداد موتیوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور بحرین سے موتی خرید کر ہندوستان اور لنکا وغیرہ کے ساحلی علاقوں میں فروخت کیا کرتے تھے۔ قدیم زمانہ میں یمن سے اس قسم کے تاجروں کا قافلہ بادبانی کشتی پر سوار ہو کر بحری سفر پر روانہ ہوا ابھی یہ قافلہ برصغیر پاک و ہند کے ساحل پر نہیں پہنچا تھا کہ ایک زبردست طوفان آیا جس نے جہاز کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور اس کے مسافر غرق ہو گئے۔ اس بحری قافلہ کے سردار کا ایک نوعمر لڑکا جس کا نام شیخ جمال تھا۔ طوفان سے بچ نکلا۔ وہ ایک لکڑی کے تختے پر بیٹھ کر ساحل تک پہنچ گیا۔ ساحل پر اُسے بھوپال کے ایک شخص نے دیکھا۔ اس نے اس کی دستگیری کی اور اسے اپنے وطن ساتھ لے آیا۔ یہ نوعمر شیخ جمال اس کے گھر پرورش پاتا رہا۔ آخر اسی کے خاندان میں اس کی شادی ہو گئی۔ یہی شیخ جمال یمنی حضرت مفتی صاحب کے وارث اعلیٰ تھے۔

تاریخ پیدائش

مفتی کفایت اللہ صاحب دو لڑکیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب شاہجہان پور روہیل کھنڈ یوپی محلہ زئی میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۲ھ آپ کا سن پیدائش ہے۔ آپ کے والد شیخ عنایت اللہ ایک ولی کامل اور برگزیدہ شخصیت تھے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے پانچ سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ صاحب کے مکتب میں شاہجہان پور میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ اسی مکتب میں آپ نے ناظرہ قرآن کریم پڑھا۔ اس کے بعد اردو۔ فارسی کی تعلیم حافظ نسیم اللہ کے مکتب واقع محلہ ورگ زئی میں حاصل کی۔

اس کے بعد آپ مولوی اعزاز حسن کے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ مدرسہ اپنے قابل اساتذہ کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ اس لیے اس مدرسے نے آپ کی علمی بنیاد کو نہایت مستحکم کر دیا تھا۔ ابتدائی کتابیں آپ نے حافظ بدھن صاحب سے شروع کیں۔ جو نہایت قابل اور ذہین ترین استاد تھے۔ آپ کے دوسرے استاد مولانا عبدالحق صاحب جو افغانستان سے دینی تعلیم حاصل کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اور مفتی لطف اللہ صاحب جیسے شہرۂ آفاق استاد کے شاگرد تھے۔ مولانا عبدالحق صاحب کی جوہر شناس نظر نے جلد معلوم کر لیا کہ ان کے نوعمر مگر ہونہار شاگرد کو نہایت اعلیٰ تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ اس لیے انہوں نے اُن کے والد شیخ عنایت اللہ صاحب کو مجبور کیا کہ وہ اپنے لڑکے کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیں۔ لیکن آپ کے والد صاحب اپنے کم سن بچے کو اس قدر دور بھیجنے پر رضامند نہ ہوئے آخرکار مولانا موصوف نے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ اپنے نوعمر صاحبزادے کو قریب مدرسہ شاہی مراد آباد کی طرف ایک اور طالب علم کے ساتھ بھجوا دیں جس کا نام حافظ عبدالمجید تھا۔ چنانچہ مفتی صاحب حافظ عبدالمجید کے ساتھ مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔ مفتی صاحب کے والد ماجد بہت غریب تھے۔ اس لیے وہ تعلیم کے اخراجات پورے نہیں کر سکتے تھے ایسی صورت میں آپ نے اپنے بازو کی قوت پر بھروسہ کیا۔ آپ دوسروں کے عطیات اور بخشش قبول نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ مراد آباد اور دیوبند کے قیام کے زمانہ میں کروشیہ سے چیزیں تیار کرنے کا کام شروع کیا۔ آپ بہت عمدہ اور مختلف رنگوں میں ریشمی رومال ٹوپیاں بنایا کرتے تھے۔ دو تین دن میں ایک ٹوپی تیار ہوتی تھی۔ اور تقریباً دو روپے تک فروخت ہوتی تھی۔ مولانا فخر الحسن صاحب استاذ دارالعلوم اپنے مولانا سید فیض الحسن کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ مراد آباد میں میں اور مفتی صاحب ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس عرصہ میں جو کتابیں پڑھی ہیں۔ ان میں سے شرح وقایہ مجھے یاد ہے۔ مفتی صاحب سبق میں بے فکر ہو کر بیٹھے رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی سبق کے وقت ٹوپی بُنتے رہتے تھے۔ فہم اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جب مجھے ضرورت ہوتی اور کتاب سمجھ میں نہ آتی تو مفتی صاحب کے پاس ہوتا۔ مفتی صاحب بلعینہٖ وہی تقریر فرما دیتے جو حضرت استاذ سے سُنی تھی۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

مدرسہ شاہی مراد آباد میں دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۲ھ میں مفتی صاحب مولوی عبدالخالق اور مولوی عبدالمجید کے ساتھ دارالعلوم دیوبند پہنچے اور آتے ہی دارالعلوم میں داخل ہو گئے۔ اس وقت دارالعلوم کے مہتمم مولانا منیر احمد صاحب تھے اور صدر مدرس حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب تھے۔ مفتی صاحب نے مندرجہ ذیل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

۱۔ مولانا منفعت علی صاحب جو بعد میں فتح پور میں صدر مدرس ہو گئے تھے۔
۲۔ مولانا حکیم محمد حسن صاحب برادر خورد حضرت شیخ الہندؒ۔
۳۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب۔
۴۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپور
۵۔ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب۔
۶۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہ[ند]

موخر الذکر حضرات سے آپ نے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

خصوصی رفقا

۱۔ علامہ سید انور شا[ہ] صاحب کشمیری۔ ۲۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ۔ ۳۔ حضرت شیخ الاسلام کے ا[...] مولانا سید احمد فیض آبادی۔ ۴۔ مولا[نا] ضیاء الحق صدر مدرس مدرسہ امینیہ۔ ۵۔ مو[لانا] محمد شفیع صاحب دیوبندی شیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی۔ ۶۔ مولانا محمد قا[...] دیوبندی مدرس مدرسہ امینیہ۔ ۷۔ مو[لانا] امین الدین صاحب بانی مدرسہ امینیہ۔

دارالعلوم میں آپ کی تعلیم کی مدت [...] سال ہے۔ چونکہ آپ بلا کے ذہین تھے اس لیے آپ اسباق میں محنت بہت کم کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آ[پ] امتحان میں دوسرے ساتھیوں سے بڑھ جا[تے] تھے۔ حضرت شیخ الاسلام اُن کی اور طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ اس [...]

بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مرتبہ یہ کوشش کی کہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے زیادہ نمبر حاصل کروں۔ امتحان کے موقعہ پر زاہد رسالہ کا پرچہ تھا۔ ایک سوال کا جواب مَیں نے نہایت عمدگی سے دو صفحوں پر لکھا اور اسی سوال کا جواب حضرت مفتی صاحب نے آدھے میں لکھا۔ حضرت شیخ الہند پرچہ کے ممتحن تھے۔ آپ نے دونوں کو برابر نمبر دیئے گویا کہ آدھے صفحے والا مضمون اپنے وزن کے لحاظ سے دو صفحے والے مضمون سے کم نہ تھا۔ آپ بائیس سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو گئے تھے۔ ۱۳۱۵ھ تھا۔

سلسلہ تدریس و مدرسہ عین العلم

اپنے وطن شاہجہان پور پہنچے تو اس زمانے میں آپ کے اولین مربی استاد مولانا عبدالحق مدرسہ اعزازیہ سے منتظمین کے غلبہ سے بیزار ہو کر الگ ہو چکے تھے۔ ۱۳۱۱ھ میں ایک نئے مدرسہ عین العلم کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ لہذا جب آپ شاہ جہان پور پہنچے تو انہوں نے آپ کو مدرسہ عین العلم میں مدرس رکھ لیا۔ اور اس وقت آپ کی تنخواہ ۱۵ پندرہ روپے تھی۔ دفتری اور تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ آپ فتوٰی نویسی بھی فرماتے تھے۔

سب سے پہلا فتوٰی آپ نے پہلا فتوٰی مدرسہ عین العلم میں تحریر کیا جو نہایت مدلل اور مبسوط تھا آپ فتوٰی نویسی میں بہت محنت اور سعی فرماتے تھے اور بہت احتیاط اور جانفشانی سے کام لیتے تھے۔

مدرسہ عین العلم کی مدرسی کے زمانہ میں فتنہ قادیانیت کی تردید میں ایک رسالہ البرہان جاری کیا جس کے مدیر آپ خود تھے۔ اور مینجر منشی سلطان حسن تھے پرچہ کا پہلا نمبر شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا۔ اس رسالہ میں قادیانیت کی تردید مدلل پیرایۂ میں ہوتی تھی۔

فائدہ ۱۔ مولانا اعزاز علی صاحب استاذ الفقہ والادب دارالعلوم دیوبند۔ ۲۔ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم۔ ۳۔ مولوی اکرام اللہ صاحب ندوی مدیر کانفرنس گزٹ علیگڑھ۔ ۴۔ مولوی ذاکر علی صاحب ہیڈ وکیٹ۔

عیسائیوں سے مناظرہ مولانا اعزاز علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مَیں شاہجہان پور زیر تعلیم تھا۔ معلوم ہوا کہ سبزی منڈی شاہجہان پور میں عیسائیوں نے اسلام اور داعی اسلام کے خلاف کچھ کہا۔ اُسی روز مفتی صاحب مجھے اور مولوی اکرام مدیر گزٹ کانفرنس کو ساتھ لے کر جا گھسے۔ اور ان بد زبانوں پر اعتراضات شروع کر دیئے گئے۔ اول تو سمجھے کہ یوں ہی کوئی ناواقف بول رہا ہے۔ مگر اعتراضات کی اہمیت نے انہیں بتلایا معترض کوئی معمولی انسان نہیں ہے تو مناظرہ سے انکار کر کے سب نے گانا شروع کر دیا۔ پہلے مفتی صاحب نے اُن کو جواب دیا پھر ان کے مسلمات پر اعتراض شروع کر دیا۔ غالباً یہ سلسلہ دو ہفتے تک جاری رہا پھر ختم اس طرح ہوا کہ عیسائیوں کی تقریر میں میرے سوا ——— (مَیں یاداشت مرتب کرنے کے لیے وہاں موجود ہوتا تھا) ورنہ کوئی ایک متنفس بھی اُن کی تقریر سننے کے لیے نہ جاتا تھا۔

عیسائیوں سے دوسرا مناظرہ

اس واقعہ کے غالباً ایک سال بعد امریکن مشن کے مشہور مبلغ پادری جوالا پرشاد نے رمضان المبارک اور وہ بھی شدید موسم گرما کے درمیان میں جلسہ کا اعلان کیا اور اشتہار میں یہ بھی شائع کیا گیا کہ آریوں اور اہلِ اسلام کو بھی رفع شبہات کا موقع دیا جائے گا۔ یہ اجلاس مشن سکول کے وسیع ہال میں ہوا۔ مفتی صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب لغوی ظہر کے بعد سے موجود تھے۔ پادری صاحب وقت معینہ سے دو گھنٹے بعد تشریف لائے۔ تقریر شروع کی عشاء کا وقت آگیا۔ ہم نے افطاری کے وقت ایک مسجد میں روزہ افطار کیا۔ مگر بھوک زیادہ لگ گئی تھی۔ مجھے بھی یہ خیال آیا کہ مجھے قرآن شریف تراویح میں پڑھنا ہے۔ اس لیے میں چلا آیا۔ مگر یہ حضرات شب کے بارہ بجے تک رہے۔

اسلام کی لاج یہ جلسہ مناظرہ کس وقت ختم ہوا مجھے معلوم نہیں لیکن صبح کے وقت ہر کہ ومہ کی زبان پر تھا ان دو مولویوں نے اسلام کی لاج رکھ لی ہے۔ خدا جانتے یہ کہاں سے آ گئے تھے۔ ان دونوں صاحبان سے شاہ جہان کے لوگ ناواقف تھے۔ صبح مَیں بہادر گنج کے بازار میں پہنچا تو مسلمانوں کی ٹولیاں یہ تذکرہ کر رہی تھیں کہ ایک شخص نے کہا مگر ان میں جو ایک دُبلا پتلا سوکھا سا آدمی تھا۔ وہ شیر کی طرح غراتا تھا۔ اور اس کی ہر بات پر پادری کو پسینہ آ جاتا تھا۔ اور جواب نہ آنے پر پادری بغلیں جھانکنے لگتا تھا۔

ازدواجی زندگی آپ کی پہلی شادی اس وقت ہوئی جب آپ مدرسہ عین العلم میں مدرس تھے۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے مگر دونوں بچے بچپن ہی میں فوت ہوگئے اس کے بعد پہلی زوجہ مکرمہ کا انتقال ہوگیا اس کے بعد آپ کا دوسرا عقد جناب شرف الدین صاحب کی صاحبزادی سے ہوا ان سے سات بچے پیدا ہوئے۔ مگر بقید حیات اس وقت دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

دہلی کا دور حضرت مفتی صاحب کے رفیق خاص مولانا امین الدین صاحب نے اس عرصہ میں سنہری مسجد چوک مدرسہ امینیہ کے نام سے ایک درس گاہ قائم کر دی جس کے صدر مدرس علامہ انور شاہ صاحب کشمیری تھے۔ کچھ عرصہ بعد بعض گھریلو وجوہات کی بنا پر استعفیٰ دے کر اپنے وطن کشمیر چلے گئے چنانچہ مولانا امین الدین صاحب نے اس وقت مفتی صاحب کو خط لکھا کہ وہ ان کے مدرسہ میں آکر کام کریں۔ مفتی صاحب کو زیادہ ترقی کی خواہش نہ تھی تاہم وہ سمجھتے تھے کہ دہلی جیسے مرکزی شہر میں مذہبی اور دینی خدمت کے مواقع زیادہ مہیا ہوں گے۔ اس لیے انہوں نے اپنے استاد مولانا عبدالحق صاحب سے دہلی جانے کی اجازت طلب کی۔ مولانا نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ آپ ترقی پر جا رہے ہیں اللہ تبارک کرے لیکن اگر خدا نے مجھ سے آخرت میں پوچھا کہ تم نے مولوی کفایت اللہ کو کیوں چھوڑ دیا تھا۔ تو مَیں کیا جواب دوں گا۔ استاد محترم کی اس گفتگو پر مفتی صاحب نے دہلی جانے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ مگر جب رمضان ۱۳۲۱ھ میں مولانا عبدالحق صاحب وفات پا گئے تو مولانا امین الدین

صاحب مفتی صاحب کو لینے کے لیے خود شاہ جہان پور تشریف لے گئے چنانچہ مفتی صاحب شوال ۱۳۲۱ھ میں دہلی تشریف لے آئے اور مدرسہ امینیہ میں کام کرنے لگے

مقبولیت

دہلی آکر مفتی صاحب بہت جلد اہل دہلی میں مقبول ہوگئے شہر کے معزز حضرات، شرفا اپنے مذہبی اور سیاسی معاملات میں آپ سے مشورہ کرنے لگے۔ اور آپ کی مذہبی اور سیاسی بصیرت سے اہل دہلی خوب مستفید ہوئے۔ آپ کی ذات سے دہلی والوں کو خوب فائدہ پہنچا۔ چونکہ آپ کی آمد سے پیشتر علمائے دہلی کے جو فتوے عدالتوں میں پیش ہوتے تھے۔ یا تو ان کی عبارت سمجھ میں نہیں آتی تھی یا وہ غلط ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں مختلف علماء کے فتووں میں اختلاف ہوتا تھا۔ مگر جب مفتی صاحب نے دہلی میں آکر فتوے لکھنا شروع کیے تو دہلی کی عدالتوں میں بہت سہولت ہوگئی۔ کیونکہ آپ کے فتوے نہایت مختصر صاف واضح عبارت میں ہوتے تھے۔ اور ان کے سمجھنے میں کوئی الجھن اور پیچیدگی نہیں ہوتی تھی۔

ابتدائی سیاسی سرگرمیاں

۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد کی کوشش زور پکڑ رہی تھی۔ اور دونوں فریق اتحاد کی ضرورت کو محسوس کر رہے تھے۔ کیونکہ انگریزی حکومت نے متحدہ مطالبات پر جدید سیاسی اصلاحات کا وعدہ کیا تھا۔ ان دنوں مسلمانوں کی سیاسی جماعت صرف مسلم لیگ تھی۔ اور ہندوؤں کی بڑی اکثریت کانگریس میں تھی۔ اور علماء کرام باقاعدہ کسی سیاسی جماعت میں حصہ لے کر یا علیحدہ سیاسی تنظیم کے طور پر کام نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ انفرادی طور پر علماء دیوبند کام کر رہے تھے۔ اسی موقع پر کانگریس کے بمبئی میں اجلاس ہوئے۔ اس میں مسلم لیگ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی تجویز کی گئی۔ اس کے متعلق ہندو اور مسلمان لیڈروں میں مشورے ہونے لگے۔ ایک متحدہ سمجھوتہ ہوگیا۔ جسے مسلم لیگ کے اس اجلاس میں منظور کیا گیا۔ جو دسمبر ۱۹۱۶ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت ہوا تھا۔ اور اسی مناسبت سے اس متحدہ سمجھوتے کو میثاق کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس سمجھوتہ میں مسلمانوں کے نقطۂ نظر میں بہت سی خامیاں رہ گئی تھیں۔ جو اس وقت سیاسی لیڈروں کو محسوس نہیں ہوسکیں۔ جمعیت علماء ہند اس وقت تک قائم نہیں ہوئی تھی مگر حضرت مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اتنی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ نے اسی وقت یہ خامیاں فکر دور بین سے بھانپ لی تھیں۔ چنانچہ آپ نے اسی زمانہ میں اس کی خامیاں اپنی ذاتی حیثیت سے واضح کیں۔ آپ کی سیاسی بصیرت اور سوجھ بوجھ اس قدر مسلّم تھی کہ آپ کے استاد محترم شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب جب کسی سیاسی لیڈر سے گفتگو کرتے تھے تو سب سے پہلے حضرت مفتی صاحب کو بلا کر ان سے مشورہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ بہت اصرار کے بعد حضرت شیخ الہند ؒ نے اپنے رفقاء کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ بیشک آپ لوگ سیاستدان ہیں لیکن مولوی کفایت اللہ کا دماغ سیاست ساز ہے

سیاسی تحریکات میں شرکت

ملک معظم برطانیہ کا وہ اعلان جس میں ہندوستانیوں کو حکومت نے خود مختاری دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر مفتی صاحب کی زیر قیادت علماء کرام نے یہ محسوس کیا کہ اگر وہ سیاسی تحریکوں میں مسلمانوں کی صحیح ترجمانی نہیں کریں گے تو ان کی طرف سے مزید بے اعتدالیاں اور غلطیاں سرزد ہوں گیں۔

مسلم لیگ میں شرکت

چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ مسلم لیگی لیڈر علماء کی شرکت سے بہت خوش ہوئے۔ اور مسرت کا اظہار کیا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد دہلی میں مولوی فضل حق شیر بنگال کی صدارت میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں بہت سے علماء شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں حضرت مفتی صاحب نے برطانیہ جشن صلح کے بائیکاٹ کی تجویز پیش کی۔

اتحاد علماء کا احساس

اس کانفرنس کے بعد مفتی صاحب نے یہ محسوس کیا کہ علماء کا ایک جداگانہ پلیٹ فارم ہونا چاہئے۔ کیونکہ آپ نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اگر کسی جماعت میں علماء انفرادی طور پر شریک ہوئے۔ اور اگر اس سیاسی جماعت نے غیر محتاط قدم اٹھایا تو اس کا سب سے زیادہ نقصان علماء کو پہنچے گا۔ اور علماء کے تدبر و فکر سے کہیں قوم اور عوام اپنا اعتماد نہ اٹھالیں اور علماء کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی ایسی مشکل اور اہم گھاٹی نہ تھی جو علماء کے وقار کو ٹھیس پہنچا سکے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے اس خطرہ کے پیش نظر اپنے ہم خیال سے اس مسئلہ پر گفت و شنید کی۔

جمعیت علماء ہند

جمعیت علماء کے قیام کا خیال آپ کے ذہن میں اسی وقت سے موجود تھا۔ جبکہ مسلم لیگ کا گیارھواں اجلاس دہلی میں دسمبر ۱۹۱۸ء میں ہوا تھا۔ جس میں بھاری تعداد میں علماء نے شرکت کی تھی

اتحاد کی کوشش

اس کے بعد جب حضرت مفتی صاحب حضرت شیخ الہند کے حالات پر ایک کتاب بعنوان شیخ الہند لکھ رہے تھے جو طبع ہو کر شائع ہوچکا تھا۔ تو اس وقت بھی آپ کے ذہن میں تجویز تھی کہ تمام علماء ہند ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے شیخ الہند کی رہائی کے لیے کوشش کریں مگر مختلف الخیال معہ مختلف العقائد علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا بہت مشکل تھا۔ اندیشہ تھا کہ حکومت علماء کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہونے دے گی۔ اس لیے اس اجتماع کو خفیہ رکھا گیا۔

جمعیت علماء ہند کا قیام

اسی روز عشا کی نماز کے بعد علماء کا جلسہ ہوا جس میں تقریباً پچیس ۲۵ علماء نے شرکت کی۔ اس وقت تمام علماء ہند نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ تمام علماء ہند کی ایک جداگانہ جماعت قائم کی جائے اور اس کا نام جمعیت علماء ہند رکھا جائے جمعیت العلماء کا عارضی صدر مفتی صاحب کو اور عارضی ناظم مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کو منتخب کیا گیا۔

پہلی گرفتاری

حضرت مفتی صاحب نے تحریک خلافت میں کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جس کے تحت آپ کی گرفتاری عمل میں آتی۔ تاہم جب ملک میں ۱۹۳۰ء میں دوبارہ سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی۔ تو مفتی صاحب مردانہ وار سیاست میں کود پڑے۔ ملک و ملت کی آزادی کی خاطر عام تقریروں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس جرم میں آپ کی پہلی گرفتاری گیارہ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو عمل میں لائی گئی۔ حکام آپ کی عظمت سے واقف تھے۔ آپ دہلی کے روحِ رواں خیال کئے جاتے تھے۔ اس لیے آپ کو گرفتار کرنے سے پہلے دہلی کے گوشے گوشے میں مسلح پولیس اور فوج کے پہرے بٹھا دیئے گئے تھے۔ اور رات کے تین بجے آمدورفت بالکل معطل کر دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ نماز فجر ادا کرنے کے لیے لوگوں کو گھروں سے نہیں نکلنے دیا گیا۔ چار بجے علی الصبح کوتوال اور مجسٹریٹ وغیرہ مفتی صاحب کے گھر آئے اور آپ کو گرفتار کر کے لے گئے۔ آپ کو چھ ماہ قید بامشقت کی سزا تجویز ہوئی اور جیل میں آپ کو اے کلاس دی گئی۔

دوسری گرفتاری

دوسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ سول نافرمانی شروع ہو گئی اور موقع پر جمعیت علماء ہند نے سول نافرمانی کی تحریک کا سب سے پہلا ڈکٹیٹر مفتی صاحب کو مقرر کیا اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کے لیے ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء بروز جمعہ جمعیت العلماء کی طرف سے جلوس اور جلسہ کا اعلان کیا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد جلسہ ہوا۔ مفتی صاحب نے خطاب کیا۔ اور لوگوں کو جلوس میں پُرامن رہنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد دہلی کی جامع مسجد سے یہ جلوس روانہ ہوا۔ جس میں تقریباً ایک لاکھ آدمی تھے۔ جلوس کی رہنمائی حضرت خود فرما رہے تھے۔ جب یہ جلوس آزاد پارک پہنچ گیا تو جلسہ ترتیب دیا گیا۔ مفتی صاحب سٹیج پر کھڑے ہو کر اپنے طوفانی بیان فرمانے والے تھے کہ پولیس کی بھاری جماعت نے نہتے مسلمانوں پر بے تحاشہ لاٹھی چارج شروع کیا۔ جس میں سینکڑوں آدمی اور ممتاز علماء زخمی ہوئے۔

ملتان جیل

جب پولیس کے ظالمانہ لاٹھی چارج سے عوام منتشر ہو گئے تو کوتوال شہر آپ کو گرفتار کر کے لے گیا اور آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ وہیں آپ کے خلاف عدالت قائم کی گئی۔ اور اٹھارہ ماہ قید بامشقت کی سزا آپ کو سنائی گئی۔ اور آپ کو اے کلاس دی گئی۔ اس کے بعد آپ کو سنٹرل جیل ملتان میں رکھا گیا جہاں اور مذہبی اور سیاسی لیڈر قید کاٹ رہے تھے۔

وفات حسرت آیات

یہ قید کاٹنے کے بعد آخری زمانے میں آپ معاشرہ کی روز افزوں بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور ہندو مسلم فسادات اور اسی طرح دوسرے حالات سے بیزار ہو کر سیاست سے الگ ہو گئے۔ آپ کے آخری ایام میں آپ کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگ گئی تھی۔ جو آخرکار جان لیوا ثابت ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب ۱۲ دسمبر بمطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ بوقت ساڑھے دس بجے شب عازم ملک بقا ہو گئے۔

دوسرے دن دہلی کے ایک لاکھ مسلمانوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور آپ کا جنازہ مہرالی لایا گیا۔ آپ کو حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے احاطہ کے قریب دفن کیا گیا۔

بقیہ: درسِ قرآن

جتنی میری نعمتیں تم پر ہیں، ان نعمتوں میں غور و فکر تم دو طریقوں سے کرو۔ ایک اس طریقے پر کہ اس کے فوائد کو سمجھو اور پھر اس کی تخلیق پر غور و فکر کرو۔

امام الانبیاء صلی اللہ تعالے علیہ وسلم جب تہجد کی نماز کے لئے اُٹھا کرتے تو آپ آسمان کو دیکھ کر یہ فرمایا کرتے تھے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران ۱۹۰-۱۹۱)

عقل والے وہ ہیں جو اللہ کی مخلوق کو دیکھ کر خالق کی طرف اپنے ذہنوں کو متوجہ کر دیں کہ اس مخلوق کا خالق کتنا عظیم ہو گا۔

تو نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان فرمائیں شہد کی مکھی کے متعلق۔ ایک تو یہ بیان فرمایا۔ کہ تم شہد کی مکھی کو دیکھ لو۔ چھوٹا سا جانور، اڑنے والا چھوٹا سا کیڑا اور ہم نے اسے کیا شعور بخشا۔ وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ط یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ط (النحل ۶۸-۶۹) —

فرمایا۔ اے انسانو! ہم نے شہد کی مکھی کو جو بالکل چھوٹا سا کیڑا ہے۔ اس کے دل میں ہم نے ایک بات ڈال دی، اس کو ہم نے تعلیم دی کہ پھلوں کا اور پھولوں کا رس چوس۔ اور اس کے پیٹ میں ہم نے ایک ایسی مشینری لگا دی جو نہ کسی انجینیر نے فٹ کی، نہ کسی سائنسدان نے فِٹ کی کہ چند منٹوں کے بعد وہ پھولوں کا رس اور پھلوں کا رس چوس لینے کے بعد اُس کے پیٹ سے ایک مادۂ سیال تیار ہو کر نکلتا ہے فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ط جس میں دُنیا بھر کی بیماریوں کے لئے علاج نہیں بلکہ شفاء ہے —— تو بتاؤ، دنیا میں کوئی کاریگر، کوئی صناع، کوئی سائنسدان، کوئی انجنیر ایسا ہے؟ جو ایک انچ کے دسویں حصے جتنی چھوٹی مکھی سے اتنا کام لے سکے یا ایسی مشینری بنا سکے؟ ہرگز نہیں۔

(باقی آئندہ)

بحث و مذاکرہ

محمد عبداللہ و خالد محمود قلعہ دیدار سنگھ

مزارعت کی اسلامی حیثیت

جو زمین آباد کرے اس کو مالکانہ حقوق دئے جائیں!

احادیث رسولؐ اور اقوالِ صحابہ کرامؓ پر نظر ڈالنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مزارعت جائز ہے، اور اسلام نے زمین کے حقِ ملکیت کو برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین فرماتے ہیں کہ ظاہر اور مختار یہی ہے کہ مزارعت جائز ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضرت ظہیر فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ازرعوھا او آزرعوھا او امسکوھا فرمایا کہ یا خود کھیتی کرو یا مزارعت پر دے دو یا روکے رکھو۔ اسی طرح آپؐ نے اہلِ خیبر کو زمین مزارعت پر دی۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں مذکور ہے۔ عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ عامل اھل خیبر بشطرھا یخرج من ثمر او زرع (بخاری و مسلم) ان دو حدیثوں میں یہ بات واضح ہو گئی کہ آپؐ نے زمین مزارعت پر دینے کی اجازت بھی دی اور خود بھی مزارعت پر زمین دی بعض احادیث میں ایسے الفاظ ملتے ہیں جن میں بعض حضرات نے مزارعت کے عدمِ جواز پر استدلال کیا۔ مثلاً رافع بن خدیج کی حدیث میں کہ آپ نے مزارعت سے منع فرمایا۔ اس حدیث کے متعلق اولاً تو وہی کہنا بہتر ہے جوکہ امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ رافع بن خدیج کی روایت میں اضطراب ہے اور عبداللہ بن عمرؓ والی حدیث صحیح ہے۔ ثانیاً عرض یہ ہے کہ اس حدیث کو مزارعت کی اس صورت پر معمول کیا جائے گا، جس کو خود رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں مزارعت کرتے بما ینبت علی الاربعاء او شیئؐ بستثنیہ صاحب الارض تو آپ نے منع فرمایا۔ علی الاربعاء کا مطلب یہ ہے والمعنی انھم کانوا یکرون الارض علی ان بزرعۃ الفاعل ببذرہ و یکون ما ینبت علی اطراف الجداول والبواقی بلکوی اجرۃ لارضہ وما عدا ذالک للمکتری او ماکان ینبت فی ھذہ القطعۃ بعینھا فھو للکوی وما ینبت بغیرھا فھو للمکتری فنھاھم عن ذالک لما فیہ من الخطر ھذہ الصورۃ محمل النھی: زجاجۃ المصابیح (مرقات)

کہ لوگ کرایہ پر زمین دیتے۔ اس طرح کہ عامل اپنے بیج سے کھیتی کرے اور جو کناروں اور راستوں پر ہو وہ کرایہ پر زمین دینے والے کا ہوگا۔ اس کی زمین کے اُجرت کے طور پر اور جو اس کے علاوہ ہو وہ کھیتی کرنے والے کا ہوگا یا یوں ہوتا ہے کہ زمین کے قطعات کو متعین کر لیا جاتا کہ جو اس قطعہ میں پیدا ہوگا وہ مکری کا ہوگا اور جو اس کے علاوہ ہو وہ مکتری کا جس سے آپؐ نے منع فرمایا۔ کیونکہ بعض اوقات ایک ٹکڑے میں کھیتی ہوتی اور دوسرے میں نہ ہوتی تو جھگڑے اور نقصان کا خطرہ ہوتا جس کی وجہ سے ایسی صورت سے آپؐ نے منع فرما دیا۔ حضرت رافع کی ایک روایت میں لا تکروا المزارعہ کے لفظ آتے ہیں۔ جن کے متعلق حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ رافع پہ اللہ تعالیٰ رحم کرے میں ان سے اس حدیث کو زیادہ جانتا ہوں۔ اصل واقعہ یوں ہوا تھا کہ دو آدمی نبی علیہ السلام کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارعۃ کہ اگر تمہارا یہ حال ہے تو تم مزارعۃ پہ زمین نہ دیا کرو تو آپؐ نے یہ تحریم کی وجہ سے نہ کہا تھا، بلکہ ان کے درمیان جو جھگڑا برپا ہو چکا تھا۔ اس کو ناپسند سمجھتے ہوئے۔ آپؐ نے یہ فرمایا تھا۔ حضرت عباس کہتے ہیں۔ انما اراد الرفق بھم کہ یہ ان کو شفقت کے ارادہ سے کہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں ہم لوگ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں اور صدیق اکبرؓ، عمر فاروق، عثمان غنیؓ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں مزارعت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رافع سے یہ بات پہنچی کہ آپ نے مزارعت سے منع فرمایا۔ چنانچہ پھر ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہی کہا کہ آپ نے منع فرمایا ہے تو عبداللہ بن عمرؓ نے اس وقت جواب میں فرمایا کہ میں جانتا ہوں آپ نے جس مزارعت سے منع فرمایا وہ یہ تھی کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں (علی الاربعاء) پہ مزارعت ہوتی تھی۔ آپ نے اس سے منع فرمایا تھا (بخاری) تو معلوم ہوا کہ آپؐ نے جو منع فرمایا بعض اُن مزارعت کی صورتوں کے متعلق تھا جو کہ غلط تھیں اور یا شفقت کے طور پر کسی کو کہہ دیا کہ اگر مزارعت کی بجائے عطیۃً زمین دے دے تو زیادہ بہتر ہے چنانچہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں آپؐ نے مزارعت سے منع نہیں فرمایا بلکہ یہ کہا کہ مزارعت پہ زمین دینے کی بجائے اگر عطیۃً دے دی جائے تو بہتر ہے۔ ثابت ہو گیا کہ آپؐ نے مزارعت کی اجازت دی ہے اور یہ کہیں سے بھی نہیں ملتا کہ اگر مالک زمین کسی کو زمین نہ دے تو اس سے چھین لی جائے بلکہ آپؐ نے فرمایا من کان لہ ارض فلیزرعھا او لیمنحھا اخاہ وان ابی فلیمسکؐ (جس کے پاس زمین ہو چاہئے کہ خود کھیتی کرے یا عطیۃً کسی بھائی کو دے دے اور اگر انکار کرے تو روکے رکھے یہ نہ فرمایا اگر انکار کرے تو اس سے چھین لی جائے اور امت میں کسی نے بھی اجازت نہیں دی کہ ایک شخص کی مملوکہ اراضی کو چھین لیا جائے، بلکہ سب کا مسلک ہے کہ اگر کسی نے مردہ زمین کو آباد کیا یا اس کو امام وقت نے انعام کے طور پہ دی تو وہ اُس کا مالک ہوگا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں پس بنجر زمین جو نہ شہر میں ہے اور نہ شہر کے اُس پاس ہے جب کوئی شخص اس کو آباد کرے گا تو بغیر کسی کو ضرر پہنچائے۔ سب سے پیشتر وہ اس پر قابض ہؤا۔ پس اس کا حکم یہ ہے کہ کوئی شخص اس سے اس زمین کو نہ چھینے۔ حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص۳۱۱ اور شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام نے بیت المال کی زمین کسی کو انعام کے طور پہ دے دی تو وہ اس کی مملوک ہو گی لیکن ہندوستان میں چونکہ زمینداروں نے خود ملکیت کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ لہٰذا یہاں بیت المال کی زمین موجود نہیں ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ وہ زمینیں جو کہ امام وقت کے اذن سے شرفاء نے آباد کیں ان کے مالک بنے اور زمینداروں کو ان میں کوئی دخل نہیں بلکہ شرفاء مختار ہیں خواہ وہ خود اپنے کام میں لائیں یا کر

اور سے کاشت کروائیں وہ زمینیں رقبہ کے اعتبار سے بیع اور شرا کے قابل ہیں ۔ بہر حال رسول اللہ کے زمانہ میں مزارعت ہوتی رہی ۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ عثمان غنیؓ کے زمانۂ خلافت میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا عن عمر بن عبد العزیز ان عمراً بن الخطاب بیث یعلی بن بنیة الی الیمن فامرہ ان یعطیھم الارض البیضاء، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یعلی بن منیہ کو یمن بھیجا تھا کہ وہ لوگوں کو مزارعت پر زمین دے آئیں اور صحابۂ کرامؓ مزارعت کرتے رہے اور تابعین اور آئمہ دین نے اس کو جائز کہا جن میں حضرت عمرؓ، علیؓ، سعد بن مالکؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، ال ابی بکرؓ ال عمرؓ، ال علیؓ، زبیرؓ، اسامہؓ، معاذؓ خباب المسید، عمر بن عبد العزیزؒ، قاسم، عروہ ابن سیرین، عبد الرحمٰن بن الاسود، عبد الرحمٰن بن یزید، ابن ابی لیلی، طاؤس اوزاعی، ثوری ابو یوسف محمد بن الحسن، احمد، مالک، ابن شریح، ابن خزیمہ، خطابی کے اسمائے گرامی پیش کئے جا سکتے ہیں باقی امام ابو حنیفہؒ سراج الامۃ سے جو یہ قول ملتا ہے کہ وہ اُسے جائز نہیں سمجھتے تھے ۔ اولاً اس کے متعلق عرض ہے کہ وہ اس کو حرام نہیں کہتے تھے بلکہ ناپسند سمجھتے تھے جیسے کہ علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کتب والے امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کرکے پھر امام صاحب اور صاحبین کے فروع میں اختلاف نقل کرتے ہیں ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں مزارعۃ کلیتہً ناجائز نہ تھی بلکہ ناپسند سمجھتے تھے ۔ ثانیاً حضرت انور شاہ صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ میں نے الحاوی القدسی میں خود دیکھا ہے، اس میں لکھا ہے اَنَّ اَبَا حنیفۃ انما کرھھا ولم ینھا عنھا اشد النھی الخ کہ امام صاحب اس کو ناپسند کہتے تھے ۔ بڑے زور سے اس سے منع کرتے تھے ۔ معلوم ہوا کہ امام صاحب مزارعۃ کو باطل نہیں کہتے بلکہ ناپسند سمجھتے ہیں عرف شذی صـ۲۴۳ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کے ہاں مزارعت جائز نہیں لیکن کرایہ پر چیز دینا تو ان کے ہاں جائز ہے جیسا کہ زجاجۃ المصابیح میں ہے

وجوّزہ ابوحنیفۃ والشافعی بالذھب والفضۃ وبالطعام والثیاب وسائر الاشیاء ——

کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعی نے سونا چاندی وغیرہ سے کرایہ پر زمین دینے کو جائز کہا ہے اور ایسی ہی ایک صورت علامہ زیلعی نے لکھی ہے ۔

والحیلۃ للجواز عندہ ان یستاجر العامل باجر معلوم الی مدۃ معلومۃ فاذا مضت المدۃ یعطیہ بعض الخارج عوضًا عما وجب لہ من الاجر فی ذمۃ صاحب البذر

یہ کہ عامل مدت معلوم تک اجر معلوم سے اجرت پر لے جب مدت گزر جائے تو جو اس کے ذمہ اجرت واجب ہوئی اس کے عوض بعض پیداوار دے دے ۔ یہ گزارشات تھیں امام صاحب کے قول کے متعلق کہ وہ مزارعۃ کو جائز نہیں سمجھتے لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے متبعین نے فتویٰ جواز پہ دیا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے ۔

الا ان الفتوی علی قولھما لحاجۃ الناس الیھا ولظھور تعامل الامۃ بھا والقیاس یترک بالتعامل ۔ کہ

فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے ۔ کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے ۔ اور امت کا تعامل بھی ظاہر ہو چکا ہے ۔ اور قیاس کو تعامل سے چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ اور اشعۃ اللمعات میں شاہ عبد الحقؒ صاحب فرماتے ہیں وفتویٰ در مذہب ما نیز بر جواز است از جہت دفع حاجت ۔ کہ ہمارے مذہب میں فتویٰ جواز پر ہے کیونکہ مزارعت کی لوگوں کو حاجت ہے ۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے والفتویٰ عند الحنیفۃ علی قول الصاحبین لکثرۃ الاحتیاج وکذا عند الشافعیۃ کما رجحہ النووی کذا فی البنایۃ والمرقات ۔ اور فتویٰ حنفیوں کے ہاں صاحبین کے قول پر ہے اور اسی طرح شوافع کے ہاں ۔

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں اگر زمین بٹائی پر دی گئی ہے تو حسب حصہ اس کی پیداوار سے لے سکتا ہے ۔ فتاویٰ رشیدیہ صـ۴۴۵ ۔

حضرات یہ ہے امت کا مزارعۃ کے بارے میں فیصلہ کہ اگر کسی کے پاس زمین ہو ۔ خواہ خود آباد کی ہو یا خریدی ہو یا انعام میں ملی ہو وہ اس کا خود مالک ہے ۔ مزارعت پر دے سکتا ہے کسی کو اس سے چھیننے کا حق نہیں وما علینا الا البلاغ

علماء کا بورڈ اور مودودی صاحب

فخر الدین صدیقی ایم اے ایل ایل بی

انفرادی و اجتماعی زندگی کا دار و مدار اُن اقدارِ حیات پر مبنی ہے ۔ جن کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت ایسے انقلابی تصورات ہوتے ہیں ۔ اسلام میں یہ تینوں مسلّم ہیں ۔ ان پر صدقِ دل سے ایمان لانے والا مومن کا درجہ حاصل کرتا ہے اور اس سے انحراف گمراہی کی راہ دکھاتا ہے ۔ یہی انقلابی تصورات تشکیل سیرت و کردار میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور ان پہ عمل پیرا ہونے سے انسان واقعی اشرف المخلوقیت کا درجہ حاصل کر پاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس پر اسے فائز ہونے میں فخر حاصل ہوتا ہے قرآن عزیز میں آتا ہے!

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

ترجمہ! بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے

تشکیل سیرت و کردار دو چیزوں سے وضع ہوتی ہے ۔ جن میں اول رفتار اور دوئم گفتار قابل ذکر ہے رفتار سے اگر اس کی عبودیت کا پتہ ملتا ہے تو گفتار سے اس کے انسانی محاسن نکھرتے ہیں چنانچہ رفتار و گفتار کی ہم آہنگی سے بشریت کے تقاضے پورے ہوتے ہیں ۔ اسی لئے رفتار و گفتار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی فرض قرار دی گئی ہے ۔ اگر حقوق اللہ ارکانِ اسلام اور عقائد اسلام کا نام ہے ۔ تو حقوق العباد ایک انسان کی انفرادی سے اجتماعی زندگی تک کے تمام حقوق کی پاسبانی کا نام ہے ۔ اسی لئے اسلام میں حقوق اللہ حقوق العباد سے متلازم ہیں ۔ ان میں سے کسی ایک کو ترک کرنا کسی بھی درجہ پر ٹھیک نہیں ۔ چنانچہ ان دونوں پر عمل پیرا ہو کر انسان انسانیت کا درجہ حاصل کرتا ہے لیکن افسوس کہ نام نہاد دین کے علمبردار آج ان چیزوں سے خالی ہیں ۔ بلکہ وہ تو دورِ جدید میں خدا اور رسول کی پرواہ کئے بغیر نت نئی اختراعات وضع کرتے ہیں ۔ اور پھر ذاتی منفعت کی خاطر اسے اسلام کا رنگ دیتے ہیں ۔ چنانچہ مودودی صاحب کے نزدیک جھوٹ

بولنا کوئی بڑا عیب نہیں وہ کہتے ہیں۔

"راست بازی اور صداقت شعاری اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے لیکن عملی زندگی کی ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر اسلام میں جھوٹ کی اجازت ہے۔"

ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۸ء

بقول مودودی صاحب اگر عملی زندگی گزارنے کے لئے جھوٹ جیسی لعنت بھی اسلام میں جائز ہے۔ تو پھر یہ کہنے میں کون صحیح الفطرت انسان اسلام کو دین فطرت مانے گا اور پھر کیوں ایسے وضع کردہ اسلام کی خاطر لوگ اپنا تن من دھن لٹائیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ سب برائیوں کی جڑ ہے اسے ترک کرنے سے تمام برائیاں یکسر ختم ہو جاتی ہیں۔ خیر یہ تو ایک بات تھی اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے اہل پاکستان آج ان لوگوں کے افعال و کردار پہ انگشت بدنداں ہیں جو اسلام کا جامہ پہنے ایسی ایسی توضیحات پھیلا رہے ہیں جن سے اسلام کو دور کا واسطہ بھی نہیں۔

ہفت روزہ خدام الدین کے ایڈیٹر کی سادہ لوحی کی بھی داد دینی چاہیئے جس نے پچھلے دنوں اپنے شمارے میں مودودی صاحب اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کے عنوان سے اداریہ تحریر کیا اور فرمایا کہ ایک علماء کا بورڈ فیصلہ کرے کہ مودودی صاحب کے باطل نظریات اسلام سے کیونکر مختلف ہیں جن لوگوں کی فہرست جناب ایڈیٹر صاحب نے پیش کی ہے۔ ان کی آرا تو پہلے ہی نوک تحریر ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مودودی صاحب اس فیصلہ پہ کیوں رضا مند ہوں۔ وہ تو اپنا جدید اسلام پھیلانا چاہتے ہیں۔ ایسے میں انہیں خدا رسول اور اہل پاکستان کی کیا پرواہ ہے۔ اور اہل پاکستان کی پرواہ بھی وہ کیوں کریں جبکہ وہ پاکستان کو ایک کافرانہ حکومت قرار دیتے ہیں۔

"جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت دینی قائم ہوگی۔ ان کا گمان غلط ہے۔ در اصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی ایک کافرانہ حکومت ہوگی۔"

مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش صـ ۱۳۲

افسوس ہے کہ آج بھی مودودی صاحب اس کافرانہ حکومت میں سیاست کے اس پراگندہ کھیل میں اسی طرح شریک ہیں جس طرح جناب مجیب الرحمان، خان عبدالولی خان جیسے مقتدر سیاسی لیڈر عوام کو سبز باغ دکھا رہے ہیں کم از کم مودودی صاحب کو اپنی غلطیوں کا اعتراف برملا کرنا چاہیئے مگر ایسا ممکن نہیں کیونکہ وہ تو خود اس کافرانہ حکومت میں ایک نیا اسلام پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ڈارون نے تو اپنے آپ کو بوزنہ یعنی بندر کہا تھا۔ لیکن جناب مودودی صاحب تو چیل کوّے اور گدھ قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

"غرض آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا مسلمان نظر آئے گا۔ مسلمانوں کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ شمار نہ کر سکیں گے یہ ایک چڑیا گھر ہے۔ جس میں چیل کوّے گدھ۔ بیٹر۔ تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں۔"

ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ صـ ۲۷

انسان تو بہر حال انسان ہے ہمیں نہیں معلوم کہ مودودی صاحب کس نفسی استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس حد تک گرا دیں گے اور اسی مسلم سوسائٹی یعنی مملکت خدا داد پاکستان اسلامیہ میں نشۂ اقتدار میں اس طرح کھو جائیں گے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے وہ اسلام کے صحیح اصولوں کو اپنائیں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہی کی راہ نہ دکھائیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آتا ہے تو مودودی صاحب کے اسلام اور اس کے مشن سے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا تھا

"میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا!"

علاوہ ازیں جناب ایم۔ ایس ناز کی طرف سے ہفت روزہ قندیل میں مودودی صاحب کا انٹرویو سے انکار اور ان کی تحریروں کے اقتباسات پڑھ کر راسخ العقیدہ مسلمان جناب مودودی صاحب کی خدمت میں عرض کرے گا کہ جناب یہ اسلام کا لبادہ جو آپ نے چڑھا رکھا ہے۔ اسے خدارا دور کر دیجیے اور اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں ہمہ تن مشغول ہو جائیے۔ جس گمراہی کی راہ آپ نے اختیار کر رکھی ہے اسے چھوڑ دیجیے اور صحیح دین محمدی کا اتباع کیجیے۔ اس پر چلنے سے دین و دنیا میں آپ سرخرو ہوں گے۔

آپ خود ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی!

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: ترجمہ وتشریح قصائد حسان رضؓ

از: مولانا محمد عارف ایم اے و قاری فیوض الرحمن ایم اے۔

کتابت و طباعت معیاری، کاغذ سفید

قیمت: ۳/۵۰

ناشر: جمعیتہ قوت اسلام (رجسٹرڈ) المنازہ کچہری روڈ لاہور

المدائح النبویۃ، عربی ادب کا خاص موضوع ہے۔ اس کا سنگ میل حضرت حسان رضؓ نے ہی نصب کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں آپ کا پورا دیوان موجود ہے۔ جس میں سے پانچ قصائد ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہیں۔ یہ قصائد دیوان کی جان ہیں۔ اس سے پہلے ان قصائد کا اردو ترجمہ نظر سے نہیں گذرا۔ ہم مولانا قاری محمد عارف اور قاری فیوض الرحمن صاحب کو ان کی اس مبارک علمی کوشش پر تہ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب میں پہلے اشعار دیے گئے ہیں اور پھر مشکل الفاظ کو حل کر کے سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے اور شعر کے آخر میں موقعہ محل کے لحاظ سے آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کو پیش کر کے مطالب کی وضاحت کی گئی ہے۔

کتاب کے آغاز میں حضرت حسان رضؓ کی زندگی، شاعری اور خصوصیات شاعری پر ایک تحقیقی مقالے کی صورت میں بحث کی گئی ہے — اور تحقیق و تدقیق کے وقت بغیر غلط تاویل کئے اور "شاعر رسول" کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

حضرت حسان کی شہرت فی الحقیقت شاعر رسول ہونے کی وجہ سے ہے۔ آپ کے یہ نعتیہ قصائد بڑے ایمان افروز ہیں۔ پڑھنے کے قابل ہیں۔ اہل علم حضرات کے لئے ایک بیش بہا نعمت

ہیں۔ حضرت درخواستی، مولانا عبید اللہ انور اور مفتی محمود صاحب نے اس ترجمہ اور تشریح کو بہت پسند کیا ہے۔ جمعیت قوت اسلام نے علماء و دینی مدارس کے طلبہ کے لئے خاص رعایت کا اعلان کیا ہے۔

نام کتاب: داغ سجود
مرتبہ: ڈاکٹر محمود صاحب
کتابت طباعت آفسٹ عکسی
ناشر: محمود میڈیکو ۲۴۱/بی پیپلز کالونی لائل پور

مذکورہ بالا کتاب میں اس حقیقت کو نہایت دلکش انداز میں مدلل طور پر یہ سمجھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ طہارتِ دل کے ساتھ ساتھ طہارتِ بدن، لباس اور کردار بھی نہایت ضروری ہے بلکہ یہ دین ہی کا ایک حصہ ہے۔ صحت مند اور تندرست و توانا رہنے کے اصول، ورزش کی اہمیت، خورد و نوش کے پروگرام، بود و باش کے طریقے، قبیح عادات سے بچنا اور اچھی عادات کا اختیار کرنا — غرضیکہ ایک با اصول اور مطمئن زندگی گذارنے کے لئے یہ کتاب صحیح رہنمائی کرتی ہے۔ ایسی کتابوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ محمود صاحب شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایسی کتاب لکھ کر قوم کی صحیح رہنمائی کی ہے۔ اس کا مطالعہ ہر ذی شعور کے لئے ضروری اور مفید ثابت ہوگا۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

سے متاثر ہو کر اسلام لائے۔ گویا کہ اسلام اخلاقی اقدار سے پھیلا نہ کہ تلوار سے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے۔ جو تعلیم آپ نے دی ہے اس پر عمل کرے۔ مسلمانوں کے اخلاق اللہ تعالیٰ سے بھی درست ہونے چاہئیں اور جو فرائض اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر عائد کئے ہیں انہیں نہایت عاجزی اور انکساری سے بجا لائیں — اور مسلمانوں کے اخلاق تمام خلق خدا سے بھی درست ہونے چاہئیں۔ خلق خدا کی خدمت کریں۔ ان کے حقوق کا خیال رکھیں۔ ہر طرح سے انہیں آرام پہنچائیں۔

پس سارے دین کا خلاصہ یہ ہے کہ دو تعلق ٹھیک ہو جائیں۔
خالق سے عبادت کا۔
مخلوق سے خدمت کا۔

یہی دو تعلق اعلیٰ اخلاق کہلاتے ہیں ان ہی کی تکمیل کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

از: قاضی خالد محمود

(۱)

ایک دن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت اللہ شریف میں تشریف لائے۔ کلید بردارِ کعبہ عثمان بن طلحہ سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ عثمان بن طلحہ نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اے عثمان! آج تو دروازہ کھولنے سے انکار کرتا ہے ایک دن ایسا بھی آئے گا جب خانہ کعبہ کی کنجیاں میرے قبضہ میں ہوں گی اور میں جسے چاہوں گا عنایت کردوں گا —— تو عثمان نے کہا کیا اس دن قوم قریش ختم ہو چکی ہو گی؟

پاک نبیؐ کی پاک و مطہر زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہو کر رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر جب آپؐ صحابہؓ کے لشکر سمیت مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور کلید بردارِ کعبہ عثمان بن طلحہ سے کہا۔ "لاؤ خانہ کعبہ کی چابی میرے حوالے کر دو"۔

عثمان کو مجبوراً وہ چابی آپؐ کو دینی پڑی —— چابی لینے کے بعد آپؐ نے عثمان بن طلحہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ میں تجھے ہی کعبہ کا کلید بردار مقرر کرتا ہوں۔ لو یہ چابی۔ میرے بعد جو بھی تجھ سے چابی چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔

اس کے بعد آپؐ نے عثمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے عثمان! کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جب تو نے کعبہ کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب خانۂ خدا کی چابی میرے قبضہ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔

عثمان نے جذبِ دل سے کہا —— "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں"۔

(۲)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو قریشِ مکہ آپؐ کی عدم موجودگی پر سخت پریشان تھے اور جب انہوں نے صدیق اکبرؓ پروانۂ جاں نثارِ نبوت کو بھی غائب پایا تو اور بھی غصے میں آ گئے۔ بالآخر انہوں نے اشتہار دیا کہ جو شخص بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کو قتل کر دے گا یا انہیں قید کر کے لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دئے جائیں گے —— اس اعلان پر کئی لوگوں نے جناب رسالت مآبؐ اور صدیق اکبرؓ کو گرفتار کرنے کی جد و جہد شروع کر دی۔

چنانچہ سراقہ بن جعشم نے بھی انعام کے لالچ میں آ کر اس سلسلے میں بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ سراقہ نے اپنے قبیلہ کے آدمی سے کچھ اطلاع پا کر آپؐ کا تعاقب شروع کر دیا یہاں تک کہ قریب پہنچ گیا اور یکایک گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ اس پر سراقہ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگی۔ معافی مانگنے پر گھوڑے کے پاؤں باہر نکل آئے۔ لیکن اس کے بعد بھی دو دفعہ آپ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے سراقہ! تیری کیا شان ہو گی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے"۔ بالآخر نبیؐ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ بھی پورے ہو کر رہے۔ عہدِ فاروقیؓ میں جب فتح ایران کے مالِ غنیمت میں کسریٰ کے کنگن پہنچے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک بن جعشم کو بلایا اور کسریٰ کے کنگن پہنائے جو سراقہ کے بازوؤں کے اوپر تک چلے گئے۔

سورہ فاتحہ کی برکات

میں ایک عرصہ سے آنکھوں کی مرض میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹروں کے ہر طرح کے علاج کروائے قسم قسم کی دوائیاں لیں لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ جوں جوں دوائیاں استعمال کرتا تکلیف میں اضافہ ہوتا رہتا۔ آخر ڈاکٹروں نے مجھے مایوس کر دیا۔ پھر مجھے میرے بھائی (اسرار الحق شاہ صاحب) حکماء کے پاس لے گئے کئی دوائیں استعمال کیں لیکن کچھ فرق نہ ہوا۔ حکماء نے مشورہ دیا کہ پڑھنا لکھنا چھوڑ دو۔ میں نے دل میں ارادہ کیا ہوا تھا کہ اگرچہ آنکھیں بالکل ہی چلی جائیں قرآن مجید پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔ میری تکلیف کی بھی حد ہو گئی تھی آخر یہ عرصہ گزرتے ۱۰ر اپریل ۱۹۷۰ء آ پہنچی کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی کا ایک مضمون خدام الدین میں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ سورۃ فاتحہ جس طریقہ سے پڑھنا مذکور تھا بندہ نے اسی طریقہ سے پڑھنا شروع کر دیا —— جوں جوں پڑھتا۔ میری آنکھیں ٹھیک ہوتی جاتیں۔ اسی طرح میں نے اکتالیس دن اکتالیس دفعہ سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ کے پڑھی۔ اس کے بعد اب میری آنکھیں بالکل ٹھیک ہیں۔

اب پھر جب کبھی آنکھیں درد کرنے لگتی ہیں تو میں پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا ہوں تو ٹھیک ہو جاتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ ہر مرض کے لئے شفا ہے۔

محمد شاہ متعلم مدرسہ عربیہ رحیمیہ
جامع مسجد پورہ، ڈاکخانہ خاص
براستہ گھوڑا گلی

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ		۱۱
ششماہی		۶
		۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ		۴۲
بحری جہاز		۱۵
ہوائی ڈاک ششماہی		۲۱
بحری		۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
بحری	۸۰	۲۲

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہ

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

منظور شدہ محکمہ تعلیم:
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۱ مورخہ تین مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C. S. T. ۲۳۷ - ۲۴۹۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ ۶۲-۲-۹ DD مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM/۳-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۲ء